احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

دسمبر 2024ء

حجیتِ حدیث و سنت کا اقرار ایمان، انکار کفر ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و فکری خصوصی خطاب

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبۂ خلافت اور ہمارے سیاسی و معاشرتی احوال

ماحولیاتی تغیرات کے اسباب و اثرات اور اسوۂ نبوی ﷺ سے رشد و ہدایت

ملکی مسائل اور اُن کا قابلِ عمل حل

اصلاحِ قلوب کیونکر ممکن ہے؟

منہاج یونیورسٹی لاہور کے زیر اہتمام 7ویں مذاہب عالم کانفرنس 2024ء

Politics & Violence In The Name of Religion

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی طبع ہونے والی نئی کتب

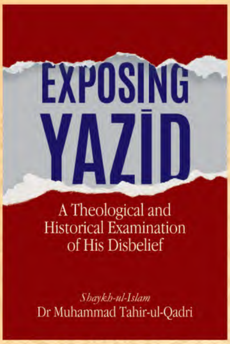

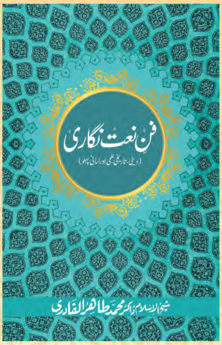

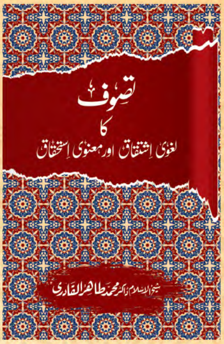

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی طبع ہونے والی نئی کتب

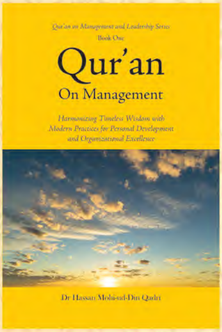

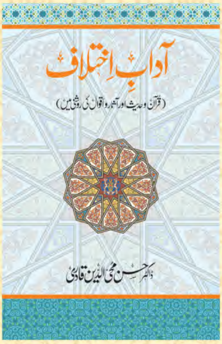

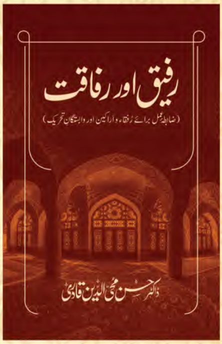

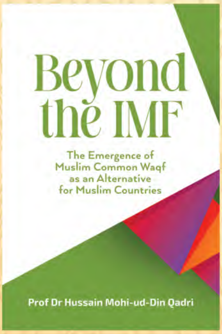

علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی، فقہی و قانونی، انقلابی اور فکری و عصری
موضوعات پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 650 سے زائد کتب دستیاب ہیں

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

زیرِ نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

جلد: 38 / ۱۴۴۶ھ / جمادی الثانی / دسمبر 2024ء
شمارہ: 12

چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی
ایڈیٹر: محمد یوسف
ڈپٹی ایڈیٹر: ابدال احمد میرزا

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد رفیق نجم، ڈاکٹر محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد بلال اُپل، سید علی عباس بخاری، فیصل حسین مشہدی

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم، جی ایم ملک
محمد جواد حامد، سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضیٰ علوی، علی عمران، داؤد حسین مشہدی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد شفقت اللہ قادری
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، ڈاکٹر محمد افضل قادری

حسنِ ترتیب

عنوان	مصنف	صفحہ
اداریہ: اسلام میں محبت اور عدمِ تشدد	چیف ایڈیٹر	5
القرآن: حجیت حدیث وسنت کا اقرار ایمان جبکہ انکار کفر ہے	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	8
آپ کے فقہی مسائل	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	16
اصلاحِ قلوب کیونکر ممکن ہے؟	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	21
سیدنا صدیق اکبرؓ کا خطبہ خلافت اور ہمارے سیاسی و معاشرتی احوال	ڈاکٹر علی محمد الصلابی	29
پاکستان کے اہم ترین مسائل اور اُن کا قابلِ عمل حل	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	41
ماحولیاتی وموسمیاتی تغیرات کے اسباب واثرات	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	51
افکارِ قائد: مرکزیت سے دوری، دورِ زوال کا آغاز	ساحل کاشمیری	60
بین المذاہب ہم آہنگی کانفرنس 2024ء (منہاج یونیورسٹی)	رپورٹ: ابدال احمد میرزا	65
موضوعاتی اشاریہ ماہنامہ منہاج القرآن سال 2024ء		73

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس وسالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم | گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری | عکاسی: قاضی محمود الاسلام

قیمت فی شمارہ: 60 روپے | سالانہ خریداری: 700 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 02930103644000 میزان بینک شالیمار لنک روڈ لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext: 128

حمدِ باری تعالیٰ

یارب تیری رحمت سے گلہ کچھ بھی نہیں
کیا میرے غم دل کی دوا کچھ بھی نہیں ہے

جب تک نہ فروزاں ہو تیری یاد کی مشعل
ظلمت میں ستاروں کی ضیاء کچھ بھی نہیں ہے

رسوا سرِ بازار ہیں ہم تیرے فدائی
اب اپنی زمانے میں ہوا کچھ بھی نہیں ہے

اللہ کی مرضی پہ اثر کچھ نہیں ہوتا
یہ نالۂ شب، آہ رساں کچھ بھی نہیں ہے

اے بخشنے والے، تری بخشش کے مقابل
ہم بندوں کی تقصیر و خطا کچھ بھی نہیں ہے

یہ طرفہ تماشا ہے تری بزمِ جہاں میں
اب خلق، کرم، مہر و وفا کچھ بھی نہیں ہے

جز اس کے جو اللہ نے تحریر کرایا
افسرؔ ترے خامے نے لکھا کچھ بھی نہیں ہے

﴿افسرؔ ماہ پوری﴾

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

سر برہنہ ہوں، نہیں راہ میں سایہ مددے
دھوپ کے گہرے سمندر میں ہوں آقاؐ مددے

آپؐ سے مانگی ہے سرکارؐ کرم کی چادر
ہاتھ اٹھے ہیں مرے جانبِ بطحا مددے

کل بھی تھے زندہ مسائل کی چتا میں لمحے
ہر طرف آج بھی ہے آگ کا دریا مددے

کب تلک موجِ حوادث کے مقابل ٹھہرے
سیل آفات میں ہے جان کی کٹیا مددے

میری غربت کے تماشائی ہیں میرے ساتھی
کوئی غم خوار نہیں کب سے ہوں تنہا مددے

بھوک اگتی ہے منڈیروں پہ سرِ شام و سحر
اب مسلسل ہو کرم والئ بطحا مددے

دکھ کی بارش میں بہت خوفزدہ رہتا ہوں
کرب کائی کی طرح پھیلا ہے مولا مددے

آدمی جیسے کھلونا ہو پسِ مرگ و حیات
زندگی جیسے ہو اک کانچ کی گڑیا مددے

ایک کہرام سا برپا ہے مری سوچوں میں
بام و در میں ہے کھلا غم کا دریچہ مددے

تشنگی ہونٹوں کی دہلیز پہ ہے کاسہ بکف
جاں بلب عشق ہے سرکارِ مدینہؐ مددے

﴿ریاضؔ حسین چودھری﴾

اداریہ

اسلام میں محبت اور عدمِ تشدد

پاکستان انتہا پسندی اور دہشت گردی کا زخم خوردہ ملک ہے۔ پاکستان کے عوام نے دنیا کے کسی بھی ملک کے عوام سے زیادہ دہشت گردی کے خلاف لڑتے ہوئے جانی و مالی قربانیاں دیں۔ یہ بات لائقِ ستائش ہے کہ تمام تر دہشت گردانہ کارروائیوں کے باوجود پاکستان کے عوام کے دلوں میں انتہا پسندی، یا دہشت گردی کے بیانیہ سے متعلق نرم گوشہ پیدا نہیں کیا جاسکا۔ ہزارہا قربانیوں کے باوجود آج بھی پاکستان کے عوام امن سے محبت اور دہشت گردی سے نفرت کرتے ہیں۔ دوسری بڑی حقیقت یہ ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ اسلام پاکستان کی وہ بڑی شخصیت ہیں جنہوں نے فتنہ خوارج، انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف نہ صرف آواز اٹھائی بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں دہشت گردی کے فتنے کے فکری رد کے لئے ہزارہا صفحات پر مشتمل تحریری مواد مہیا کیا اور قرآن وسنت کے دلائل و براہین کی روشنی میں پوری دنیا پر واضح کیا کہ اسلام انسانیت کے لیے فروغِ علم وامن کا ضابطہ حیات عطا کرتا ہے۔ یہ بات بھی تکلیف دہ ہے کہ تمام تر جانی مالی قربانیوں کے باوجود آج بھی پاکستان دہشت گردی اور فتنہ خوارج کی زد پر ہے۔ آج بھی پاکستان کے عوام بالخصوص افواج پاکستان کے جوان دہشتگردانہ کارروائیوں کے سامنے سینہ سپر ہیں اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ آئے روز دہشت گردی کے واقعات کی خبریں میڈیا اور سوشل میڈیا پر نمایاں ہوتی ہیں یہ سب دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ پچھلی دو دہائیوں کی بے مثال قربانیوں اور جدوجہد کے باوجود انتہا پسندی اور دہشت گردی کے فتنے کو رد کیوں نہیں کیا جاسکا؟ یہ سوال پاکستان کے ہر شہری کا بھی ہے، یہ سوال تمام آئینی، دستوری اور ادارہ جاتی فورمز پر بھی سنجیدگی کے ساتھ زیر بحث آنا چاہیے کیونکہ اسلام ایک بے گناہ انسان کی موت کو پوری انسانیت کی موت سے تعبیر کرتا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''اسلام میں محبت اور عدمِ تشدد'' میں اس کا نہایت قابل عمل حل پیش کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ

اسلام انسانیت کے خیال اور انسانی جذبات کے احساس میں اپنی تعلیمات کو جتنی بلندیوں تک لے گیا ہے، دنیا کا کوئی مذہب اور فلسفہ اُس کی گرد کو بھی نہیں پاسکتا۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے اسلام کو صحیح طور پر نہیں جانا۔ لادینی میلانات ورجحانات رکھنے والے اس کی عظمتوں کو نہ جاننے کے سبب اس سے انکار

کرتے ہیں اور اسلام کے دعوے دار بسبب جہالت اور فقدان عمیق مطالعہ کے زیادہ افسوس ناک منظر پیش کررہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مذہب رحمت کو ناحق بدنام کیا جارہا ہے۔

جو اسلام بچے کے رونے کے باعث ماں کی مامتا پر بیتنے والے احساس کے نتیجے میں نماز جیسی عظیم عبادت کو مختصر کردینے کا اہتمام کرتا ہے، وہ اسلام کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ کسی بچے کی گردن کٹ جائے، کسی کے کلیجے پر خنجر چل جائے، کسی کے سینے میں بندوق کی گولی داغ دی جائے، کسی کا گھر جلا دیا جائے اور خود کش حملے کے ذریعے انسانی آبادیوں اور ان میں رہنے والے معصوم بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور مریضوں کو ہلاک و برباد کردیا جائے۔ جو بدبخت ایسے کام کرکے بھی خود کو مسلمان سمجھتے ہیں، وہ بتلائیں کہ ان کا رشتہ کس اسلام اور کس قرآن کے ساتھ ہے؟ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے من گھڑت تصورات کو مذہب کا نام دے کر اسلام کو بدنام کررہے ہیں۔ حقیقت میں یہی دشمنانِ اسلام ہیں جنہیں اسلام کی لطافتوں، رحمتوں، شفقتوں، برکتوں اور اس کی عظمتوں کی خبر ہی نہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ ہمیشہ صحابہ کرام کو اعتدال و توازن، آسانی اور سہولت کی تعلیم دیتے اور ہمیشہ مبالغہ آرائی، انتہا پسندی اور ہر طرح کی شدت پسندی سے منع فرماتے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ''دہشت گردی اور فتنہ خوارج'' کے عنوان سے دیئے گئے اپنے مبسوط تاریخی فتویٰ میں فرماتے ہیں کہ

اسلام امن و سلامتی اور محبت و مروت کا دین ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان وہی شخص ہے جس کے ہاتھوں مسلم و غیر مسلم سب بے گناہ انسانوں کے جان و مال محفوظ رہیں۔ انسانی جان کا تقدس و تحفظ شریعتِ اسلامی میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ کسی بھی انسان کی ناحق جان لینا اور اُسے قتل کرنا فعل حرام ہے بلکہ بعض صورتوں میں یہ عمل موجبِ کفر بن جاتا ہے۔ دہشت گرد اپنے عقائد و نظریات مسلط کرنے اور اپنے مخالفین کو صفحہ ہستی سے مٹادینے کی ناکام کاوش میں جس بے دردی سے خود کش حملوں اور بم دھماکوں سے گھروں، بازاروں، عوامی اور حکومتی دفاتر اور مساجد میں بے گناہ مسلمانوں کی جانیں لیتے ہیں وہ صریحاً کفر کے مرتکب ہورہے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں ان کے لیے ذلت ناک عذاب کی وعید ہے۔

دہشت گردی فی نفسہٖ کافرانہ فعل ہے اور جب اس میں خود کشی کا حرام عنصر بھی شامل ہوجائے تو اس کی سنگینی میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے کہ مسلمانوں کا قتلِ عام اور دہشت گردی اسلام میں قطعی حرام بلکہ کفریہ افعال ہیں۔ کبار ائمہ تفسیر و حدیث اور فقہاء و متکلمین کی تصریحات سمیت چودہ سو سالہ تاریخِ اسلام میں جملہ اہلِ علم کا فتویٰ یہی رہا ہے۔ اپنی بات منوانے اور دوسروں کے موقف کو غلط قرار دینے کے لیے اسلام نے ہتھیار اٹھانے کی بجائے گفت و شنید اور دلائل سے اپنا عقیدہ و موقف ثابت کرنے کا راستہ کھلا رکھا ہے۔

ہتھیار وہی لوگ اٹھاتے ہیں جن کی علمی و فکری اساس کمزور ہوتی ہے اور وہ جہالت و عصبیت کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو اسلام نے باغی قرار دیا ہے جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

مسلمان اور مومن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات امن و محبت کو نہ صرف نظریاتی طور پر تسلیم کریں بلکہ اپنے معاشرے میں ان کا عملی اظہار بھی پیش کریں۔ دہشت گردی وانتہا پسندی کے عفریت سے نجات حاصل کرنے کے لیے نہ صرف ہماری مسلح افواج بلکہ ہر ہر شہری کو اسلام کے بارے میں موجود منفی ابہام اور انتشار کو دور کر لینا چاہیے۔ بحیثیت مسلمان ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ کون سا عمل عین اسلام ہے اور کون سا فعل خارج از اسلام ہے۔ اسی صورت ہم یکسو ہو کر مملکت خداداد پاکستان کو دہشت گردی اور انتہا پسندی کے تسلط سے آزاد کروا سکتے ہیں۔

حکومت اور مقتدر اداروں کو چاہیے کہ وہ ملکی اور عالمی سطح پر ایسے تمام محرکات اور اسباب کا تدارک کریں جن سے عوام الناس تشکیک کا شکار ہوتے ہیں اور دہشت گردی کے سرغنے کئی مضطرب اور جذباتی نوجوانوں کو آسانی سے اکسانے، ورغلانے اور گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں بلکہ انہیں دہشت گردی کے لیے تیار کرنے کا موقع میسر آتا ہے۔ دہشت گرد عناصر جن واقعات و حالات کو اپنے ناپاک ایجنڈے کے لیے بطورِ ایندھن استعمال کرتے ہیں ان پالیسیوں میں واضح اور مثبت تبدیلیوں کی ضرورت ہے تاکہ ان اسباب و محرکات کا بھی قلع قمع کیا جا سکے۔ اسی طرح اگر عالمی طاقتیں اور پاکستانی ایجنسیاں عوام کے حقیقی مسائل، مشکلات اور شکایات کی طرف توجہ نہیں دیں گی اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے دوُرخی پالیسی نہیں چھوڑیں گی، اُس وقت تک امن کی حقیقی بحالی محض خواب ہی رہے گی۔

یہ وقت پوری قوم، سیاسی جماعتوں، پارلیمنٹ اور خاص طور پر افواج پاکستان کے لیے امتحان کا وقت ہے۔ تمام ادارے اور سیاسی جماعتیں اور پارلیمنٹ فیصلہ کریں کہ وہ اس ملک کو امن اور عدم تشدد کا معاشرہ دینا چاہتے ہیں یا اس ملک کو ہمیشہ کے لیے انتہا پسند و متشدد معاشرہ بنا کر دہشت گردوں کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔۔۔؟ وہ فیصلہ کریں کہ امن و سکون چاہتے ہیں یا دہشت گردی اور قتل و غارت گری؟ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ کی راہ پر چلنا چاہتے ہیں یا رسول معظم ﷺ کی تعلیمات سے بغاوت چاہتے ہی۔۔۔ں؟ جب تک یکسو ہو کر تمام سیاسی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دہشت گردی اور انتہا پسندی کے مرتکب افراد، ان کے معاونین اور فکری گماشتوں کا قلع قمع نہیں کیا جاتا، امن ہمارا خواب ہی رہے گا اور اس کی عملی تعبیر کبھی ممکن نہ ہو سکے گی۔ اس معاشرے کو محبت اور عدمِ تشدد کا نیا سلوگن دینا ہوگا جس کی بنیاد حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیماتِ امن و رحمت اور محبت و شفقت ہیں۔

(چیف ایڈیٹر: ماہنامہ منہاج القرآن)

القرآن

حجیتِ حدیث و سنت کا اقرار ایمان، انکار کفر ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

حصہ 9

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

قرآن مجید میں 38 آیات ایسی ہیں جن میں اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول ﷺ کا ذکر آیا ہے۔ ان 38 میں سے 20 آیات ایسی ہیں جن میں اطاعتِ الٰہی اور اطاعت رسول کا ذکر اکٹھا آیا ہے اور 18 آیات ایسی ہیں جن میں صرف اطاعتِ رسول ﷺ کا حکم ہے اور لفظاً اطاعتِ الٰہی کا حکم نہیں ہے یعنی فقط اطاعتِ رسول کے حکم پر اکتفا کیا گیا۔ اس کے برعکس پورے قرآن مجید میں ایک آیتِ کریمہ بھی ایسی موجود نہیں جس میں فقط اطاعتِ الٰہی کا ذکر ہو۔ اس سے یہ بات صراحتاً واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا راستہ اطاعتِ رسول ہے۔۔۔ ایمان باللہ کا راستہ ایمان بالرسول ہے۔۔۔ عقیدۂ توحید کا صحیح راستہ عقیدۂ رسالت ہے۔۔۔ قرآن مجید کو حجت ماننے کا راستہ حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث و سنت کی حجیت کو ماننا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے حکم پر مبنی آیات

وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا اکٹھا ذکر آیا ہے، ان میں سے چند آیات ملاحظہ ہوں:

۱۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۔ (آل عمران، ۳: ۳۲)

”آپ فرما دیں کہ اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔“

(خطاب نمبر: Ci-31)، (16 دسمبر 2013ء)، (مقام: کینیڈا)

اس آیت کریمہ میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ کس چیز سے پھرنے پر کفر کا حکم لگایا جا رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ دونوں کی اطاعت سے پھرنے پر یہ حکم ہے یا دونوں میں سے کسی ایک کی اطاعت سے پھرنے پر یہ حکم ہے؟ فَاِنْ تَوَلَّوْا (پھرنے) میں اشارہ اس طرف ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں سے کسی بھی ایک اطاعت کا منکر ہو جائے اور اس کی حجیت کا انکاری ہو جائے تو وہ کافروں میں سے ہو گا۔ یہ کسی عالم کا فتویٰ نہیں ہے کہ اس میں پس و پیش کریں کہ مانیں یا نہ مانیں بلکہ یہ قرآن مجید کا صریح حکم ہے۔ ہر وہ شخص جس کا قرآن مجید پر ایمان ہے، وہ اس بات سے رو گردانی نہیں کر سکتا۔ حجیتِ حدیث و سنت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ قرآن مجید نے اطاعتِ رسول کی مطلق حجیت سے پھرنے والوں کو کافر قرار دیا۔ اگر کوئی اس بات کو نہیں ماننا چاہتا تو اس کے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں سوائے اس کے کہ وہ واضح طور پر قرآن مجید کا انکار کر دے کہ میں قرآن کو ہی نہیں مانتا۔

۲۔ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

”اور اللہ کی اور رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“ (آل عمران، ۳: ۱۳۲)

اس آیت میں واضح بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش و مغفرت کے سزاوار فقط وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول ﷺ کی اطاعت کو جمع کرتے ہیں۔ یعنی قرآن و سنت دونوں کو یکجا کر کے مانتے ہیں اور قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ دونوں کی حجیت اور وجوب کے قائل ہیں۔

۳۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

”یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے اسے وہ بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔“ (النساء، ۴: ۱۳)

اس آیتِ کریمہ میں حدود اللہ کے ذکر کے ساتھ اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کو اکٹھا بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حدود اللہ حکمِ رسول سے قائم ہوتی ہیں اور آپ ﷺ سے قائم ہونے والی حد کو بھی قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی حدود قرار دیا کیونکہ حکمِ رسول اصل میں حکمِ الٰہی ہے۔

۴۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔“ (النساء، ۴: ۵۹)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے لفظ اَطِیْعُوْا الگ ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کے لیے لفظ اَطِیْعُوْا الگ ذکر کیا گیا ہے۔ اس اسلوب سے بھی اطاعتِ رسول کی اپنی ایک الگ حیثیت اور اتھارٹی واضح ہوتی ہے۔

۵۔ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔ (المائدة، ۵: ۹۲)

”اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور (خدا اور رسول ﷺ کی مخالفت سے) بچتے رہو، پھر اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول (ﷺ) پر صرف (اَحکام کا) واضح طور پر پہنچا دینا ہی ہے (اور وہ یہ فریضہ ادا فرما چکے ہیں)۔“

اسی طرح قرآن مجید کے درج ذیل مقامات پر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا اکٹھا ذکر کیا گیا ہے: (النساء: ۵۹)، (الانفال: ۱)، (الانفال: ۲۰)، (الانفال: ۴۶) (التوبہ: ۷۱)، (النور: ۴۷)، (النور: ۵۲)، (الاحزاب: ۳۳)، (الاحزاب: ۶۴)، (الاحزاب: ۶۶)، (محمد: ۳۳)، (الفتح: ۱۸)، (الحجرات: ۱۴)، (المجادلہ: ۱۳)، (التغابن: ۱۲)

فقط رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے حکم پر مبنی آیات

مذکورہ بالا 20 آیات کریمہ (جن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا ذکر اکٹھا آیا ہے) کے بعد اب آیئے ان 18 آیاتِ کریمہ کا مطالعہ کرتے ہیں جن میں فقط رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے حکم پر اکتفا کیا ہے:

۱۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا۔ (النساء، ۴: ۸۰)

”جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“

اس آیت میں اس طرح نہیں فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرلے، وہ یہ سمجھے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مان لیا بلکہ فرمایا: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ کہ جس نے فقط رسول کی اطاعت کرلی اور ان کے ہر فعل، فرمان، قول اور تقریر کو حجت اور اتھارٹی جان کر اپنا لیا، اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرلی۔ آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرنے والوں کے حوالے سے فرمایا کہ جس نے رسول کی اطاعت سے منہ پھیر لیا یعنی آپ ﷺ کے ارشاد کو واجب نہیں مانتا

اور آپ ﷺ کی بات کو حجت نہیں جانتا تو آپ ﷺ نے اپنی ذمہ داری نبھادی اور پوری بات سچائی کے ساتھ ان تک پہنچادی ہے، اب ہم اس کے ساتھ معاملہ کرلیں گے اور اس کا مواخذہ کریں گے۔

۲۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ۔

”اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔“ (النساء، ۴: ۶۴)

اس آیت کریمہ سے بھی صراحتاً ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت کی جائے، اسی لیے وہ رسولوں کو اُمم میں مبعوث کرتا ہے تاکہ اُن کی اطاعت کی جائے۔ کئی لوگ آیت میں مذکور ''بِاِذْنِ اللهِ'' کے الفاظ کو بھی اپنی مرضی کا مفہوم دیتے ہیں۔ یاد رکھیں! باذن اللہ کا انکار کوئی نہیں کرتا۔ اس لیے کہ رسول اذنِ الٰہی کے بغیر رسول نہیں بن سکتا۔ چونکہ رسول کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر مبعوث کیا ہے، اس لیے جب رسول کی اطاعت کرلی تو رسول کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت از خود شامل ہو گئی۔

۳۔ مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَیًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ (النساء، ۴: ۴۶)

”اور کچھ یہودی (تورات کے) کلمات کو اپنے (اصل) مقامات سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سن لیا اور نہیں مانا اور (یہ بھی کہتے ہیں) سنیئے! (معاذ اللہ) آپ سنوائے نہ جائیں اور اپنی زبانیں مروڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے 'رَاعِنَا' کہتے ہیں، اور اگر وہ لوگ (اس کی جگہ) یہ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور (حضور! ہماری گزارش) سنیئے اور ہماری طرف نظرِ (کرم) فرمایئے تو یہ اُن کے لیے بہتر ہوتا اور (یہ قول بھی) درست اور مناسب ہوتا، لیکن اللہ نے ان کے کفر کے باعث ان پر لعنت کی سو تھوڑے لوگوں کے سوا وہ ایمان نہیں لاتے۔“

اس آیت مبارکہ کے پہلے حصے میں قرآن مجید بیان کر رہا ہے کہ کچھ یہود تورات کے کلمات کو اصل ہدف سے ہٹا دیتے ہیں۔ یعنی انھوں نے تورات میں تحریف کردی ہے اور جب وہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں آتے ہیں اور آپ ﷺ انہیں اُن کی شریعت یعنی تورات کے احکام اور تعلیمات بتاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ہم سن چکے ہیں مگر ہم آپ کا کہنا نہیں مانتے۔ پھر وہ کہتے ہیں (معاذ اللہ) آپ سنوائے نہ جائیں۔ پھر وہ اپنی زبانوں کو مروڑ کر دین پر طعنہ زنی کرتے ہوئے رَاعِنَا کو رَاعِیْنَا کرکے پڑھتے ہیں جس سے معنی بگڑ جاتا ہے۔

اس آیت کے دوسرے حصے میں قرآن مجید بیان کر رہا ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا انکار کر دیا اور اُن کی بات نہیں سنی، کتنا اچھا ہوتا کہ وہ اس طرح کے بے ادبی کے کلمات کہنے کی بجائے یوں گویا ہوتے کہ ہم نے آپ ﷺ کی باتیں سنیں، ہم نے آپ ﷺ کی اطاعت کی، یارسول اللہ ﷺ! ہماری درخواست سنئے اور ہماری طرف نظرِ کرم فرمایئے۔

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وانظرنا یہ ساری درخواستیں حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کا کہیں بیان نہیں آیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اس طرزِ عمل کے اظہار اور اس طرح کے کلام کو قرآن مجید نہ صرف اُن کے لئے بہتر بلکہ ان کے لیے مضبوط ایمان کا سبب قرار دے رہا ہے لیکن انھوں نے اس طرزِ عمل کو اختیار نہ کیا۔ نتیجتاً قرآن مجید نے ان کے اس طرزِ عمل کو کفر قرار دیا اور فرمایا کہ اللہ نے ان کے کفر کے باعث ان پر لعنت کی، انہیں رحمت، حق اور ہدایت سے محروم کر دیا۔ وہ اس قابل نہیں کہ اللہ کی رحمت کو پا سکیں۔ پس اس آیت میں بھی اطاعتِ رسول ہی کا حکم دیا گیا ہے۔

۴۔ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ (آل عمران، ۳: ۵۰)

”اور میں اپنے سے پہلے اتری ہوئی (کتاب) تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور یہ اس لیے کہ تمہاری خاطر بعض ایسی چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی

تھیں اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت اختیار کر لو۔"

یہ آیت مبارکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے ہے۔ کئی چیزیں تورات میں حرام کر دی گئی تھیں، حضرت عیسی علیہ السلام نے اُن میں سے کئی چیزیں حلال کر دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں یہ نہیں فرمارہے کہ اللہ تعالیٰ نے حلال کر دیں بلکہ فرمایا میں حلال کرتا ہوں۔ سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہی ارشاد فرمایا:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔

"اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔" (الاعراف، ۷: ۱۵۷)

اس طرح کا بیان قرآن مجید میں ہر رسول کی زبان سے کثرت کے ساتھ آیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن کو دعوت دینے کے بعد فرمارہے ہیں: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ یعنی پیروی کرنے، طرز زندگی اپنانے، حکم کی تعمیل کرنے اور فرامین کو حجت جان کر اُن پر عمل پیرا ہونے کے حوالے سے میری اطاعت کرو۔ پس اس آیت میں بھی فقط رسول کی اطاعت کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۵۔ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ۔ (طہٰ، ۲۰: ۹۰)

"اے قوم! تم اس (بچھڑے) کے ذریعہ تو بس فتنہ میں ہی مبتلا ہوگئے ہو، حالاں کہ بے شک تمہارا رب (یہ نہیں وہی) رحمن ہے پس تم میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔"

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْهُ وَأَطِيْعُوْهُ کہ بے شک تمھارا رب رحمن ہے پس اس کی اتباع اور اس کی اطاعت کرو۔ بلکہ فرمایا: فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ؛ میری اتباع کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔ گویا اطاعتِ رسول کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بھی اُس میں شامل کر دیا گیا۔

۶۔ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

"ایمان والوں کی بات تو فقط یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ یہی کچھ

کہیں کہ ہم نے سن لیا، اور ہم (سراپا) اطاعت پیرا ہوگئے، اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" (النور، ۲۴: ۵۱)

آیت مبارکہ میں لِیَحْکُمَ (کہ وہ فیصلہ فرمائے) کا فاعل اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔ یعنی اس فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں بلکہ رسول اکرم ﷺ کی طرف ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ رسول فیصلہ فرمانے والے ہیں، اپنا مقدمہ لے کر ان کی بارگاہ میں چلے جاؤ۔ اس لیے کہ فریقین آپس میں جھگڑا کا فیصلہ کروانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف تو نہیں جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنی کوئی عدالت تو نہیں لگائی ہوئی کہ وہ فریقین کا براہ راست مقدمہ، ان کے دلائل اور شہادتیں سنے اور فیصلہ صادر فرمائے بلکہ کچہری، بارگاہ اور عدالت رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ فریقین اپنا مقدمہ اور اپنی شہادتیں رسول اکرم ﷺ کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ ان کی سماعت فرما رہے ہیں اور سماعت کے بعد ان کا فیصلہ فرما رہے ہیں۔

اللہ رب العزت کا اسلوبِ کلام دیکھئے کہ وہ کہتا ہے انھیں صرف اور صرف حضور ﷺ کی کچہری اور عدالت میں بلایا جارہا ہے کہ اپنا مسئلہ لے کر میرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں جاؤ، وہ سماعت کر کے فیصلہ دیں گے۔ رسول کی طرف بلانے کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ (فریقین) اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے جاتے ہیں کیونکہ رسول کی کچہری ہی اللہ تعالیٰ کی کچہری ہے۔ جب رسول تمہارا مسئلہ سنیں گے اور فیصلہ فرمائیں گے تو سمجھو اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا۔۔۔ رسول کی بارگاہ میں تم اپنا مقدمہ لے کر جا رہے ہو تو سمجھو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جارہے ہو۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر کبھی اپنی کچہری نہیں لگائی بلکہ مصطفی کی کچہری اور عدالت کو ہی اللہ تعالیٰ کی کچہری اور عدالت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شہادتوں اور گواہیوں کو نہیں سننا بلکہ حضور علیہ السلام نے سننا ہے، لہذا تم یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ سن رہا ہے اور فیصلہ صادر کرے گا۔۔۔ اس کو صرف رسول کا فیصلہ نہ سمجھو بلکہ یہی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ اس لئے رسول کے حکم کو ماننا ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننا ہے اور رسول کی تنہا اطاعت میں خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت شامل ہے۔

اب اس پورے منظر کو سمجھ کر قرآنی الفاظ پر غور کریں تو گویا اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ کاش تمہیں ایمان کی لذت کا پتہ چلا ہوتا۔۔۔ ایمان کی حلاوت نصیب ہوئی ہوتی۔۔۔ ایمان کے راز کی خبر ہوتی۔۔۔ ایمان کی معرفت ہوتی کہ ایمان کیا ہے تو پھر تم یہ باتیں نہ کرتے کہ ہم صرف قرآن کو حجت مانتے ہیں اور رسول کی سنت کو حجت نہیں مانتے۔ ایمان والوں کا مقام تو فقط یہ ہوتا ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے

تو وہ رسول کے کیے گئے فیصلہ کو تسلیم کرتے اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اگر تم مومن ہوتے تو یہ راز جانتے کہ رسول کا فیصلہ ہی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور رسول کی بات اور ان کے کلام کو حجت مانتے۔ تم قرآن مجید اور حدیث کی حجیت میں فرق نہ کرتے اور قرآن مجید کے اس حکم پر حقیقی معنی میں ایمان لاتے کہ جس نے رسول ﷺ کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ ہی کا حکم مانا۔

۷۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ (النور، ۲۴: ۵۴)

”فرما دیجیے: تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو، پھر اگر تم نے (اطاعت) سے رُوگردانی کی تو (جان لو) رسول (ﷺ) کے ذمہ وہی کچھ ہے جو ان پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمہ وہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے، اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے، اور رسول(ﷺ) پر (احکام کو) صریحاً پہنچا دینے کے سوا (کچھ لازم) نہیں ہے۔“

آیت کریمہ میں وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ (اگر تم اس کے رسول کی اطاعت کرو) میں (ہ) ضمیر واحد کی ہے کہ فقط اُس رسول کی اطاعت کرو تو یقیناً ہدایت پا جاؤ گے۔ یہاں مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہے۔ یہ بھی واضح ہوا کہ ہدایت فقط اطاعتِ رسول اور رسول کے حکم کو حجت ماننے پر موقوف ہے۔ مزید واضح فرمایا کہ اگر تم رسول کی اطاعت کو حجت نہ مانو گے تو تمہارا ہی نقصان ہو گا کہ تم ہدایت حاصل نہ کر سکو گے، اس میں رسول کا کوئی نقصان نہیں۔ رسول کی ذمہ داری تو اتنی تھی کہ جو احکام ہم نے انھیں دیئے وہ من و عن تم تک پہنچا دیں۔ پہنچا دینے کے بعد رسول کے ذمہ اور کچھ نہیں رہا۔ اب تمہاری ذمہ داری تھی کہ تم رسول کے فیصلے کو حجت مانتے، اس لیے کہ رسول کے فیصلے کو حجت ماننا ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کو حجت ماننا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قرآن مجید نے شرح و بسط اور صراحت و وضاحت کے ساتھ اس نکتے کو بیان کر دیا ہے کہ اگر تمہارے پاس ایمان کی حقیقی معرفت ہے اور تم صحیح معنوں میں ایمان والے ہو تو پھر ”رسول کے حکم کو اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے اور فقط رسول کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت ماننے“ کے علاوہ کوئی اور قول اور عقیدہ رکھنا تمہیں زیب ہی نہیں دیتا۔

(جاری ہے)

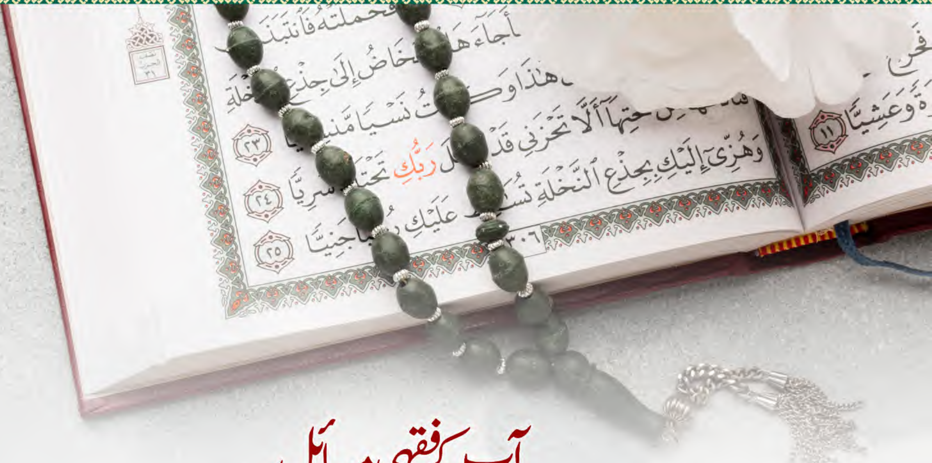

آپ کے فقہی مسائل

مسلمان ایمان کی تاثیر سے محروم کیوں؟

دارالافتاء تحریک منہاج القرآن، زیرنگرانی: مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: طاغوت سے کیا مراد ہے؟ کیا جمہوریت طاغوتی نظام ہے؟ کیونکہ یہ کتاب و سنت کی بجائے انسانوں پر انسانوں کے بنائے ہوئے قانون نافذ کرتے ہیں۔ وضاحت فرمادیں۔

جواب: طاغوت کے معانی: ’’شیطان، گمراہوں کا سردار، بت، دیو، خدا کے سوا کسی اور کی پرستش کرنے والا‘‘ ہیں۔ جو بھی ان معانی پر پورا اترے، وہ طاغوت ہے۔ ہمارے موجودہ نظامِ حکومت میں بھی جو جو کام مذکورہ بالا معانی کے مطابق ہیں، سب طاغوتی ہیں۔ مثلاً: کرپشن، لوٹ مار، دھوکہ فراڈ، غنڈہ گردی، دھاندلی، ملاوٹ، رشوت وغیرہ سب شیطانی فعل ہیں۔ لہذا جو نظام بھی یہ تمام امور سرانجام دے رہا ہے، وہ طاغوتی ہے۔

جمہوریت اصل میں وہ نظامِ حکومت ہے جس میں عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی اکثریت رکھنے والی سیاسی جماعت حکومت چلاتی ہے اور عوام کے سامنے جواب دہ ہوتی ہے۔ لہذا وہ جمہوری نظام جو کتاب و سنت کے مطابق ہو، وہ طاغوتی نظام نہیں ہے بلکہ اصل میں حقیقی جمہوریت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی ہمارے لیے نمونۂ حیات ہے، آپ ﷺ نے کبھی کوئی فیصلہ ایسا نہیں کیا جو جمہوری نہ ہو۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کی سنت مبارکہ کو ہی اپنایا اور لوگوں کی رائے کا احترام کیا۔ یہ الگ بات کہ آج کل جمہوریت کے نام پر لوگوں کو سادہ اور جاہل سمجھ کر دھوکہ دیا

جا رہا ہے اور دن رات جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے لیکن ایک ذرہ برابر بھی جمہوریت پر عمل نہیں کیا جا رہا ہے۔

جس طرح کتے کو بکرا کہنے سے وہ بکرا نہیں بن جاتا، اسی طرح غنڈہ گردی، دھوکہ دہی، کرپشن اور آمریت کو جمہوریت کہنے سے یہ نظام جمہوری نہیں بن سکتا۔ لہذا جو اصول و ضوابط ہمیں کتاب و سنت نے دے دیے ہیں، اب انسانوں ہی کی ذمہ داری ہے کہ ہر دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن و حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے ان اصول و ضوابط کے مطابق نظام وضع کریں اور عوام کے لیے زیادہ سے زیادہ آسانیاں پیدا کریں اور انہیں ہر طرح کی جائز سہولیات مہیا کریں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جمہوریت کو فروغ دیا ہے یعنی مشورے سے معاملات چلانے کا حکم ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ (آل عمران، ۳: ۱۵۹)

”اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کیا کریں، بے شک اللہ توکل والوں سے محبت کرتا ہے۔“

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ (الشوریٰ، ۴۲: ۳۸)

”اور جو لوگ اپنے رب کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور اُن کا فیصلہ باہمی مشورہ سے ہوتا ہے اور اس مال میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا ہے خرچ کرتے ہیں۔“

المختصر یہ کہ قرآن و حدیث کے اصولوں کے مطابق لوگوں کی رائے سے نظام وضع کیا جائے جس میں حکمران عوام کے سامنے جوابدہ ہوں اور اس نظام میں ہر ایک کی عزت و ناموس اور جان و مال کا تحفظ ہو اور تمام تر ضروریات زندگی باآسانی دستیاب ہوں۔

اس موقع پر سورۃ المائدہ کی درج ذیل آیت مبارکہ کے مفہوم کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ (المائدۃ، ۵: ۴۴)

”اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (و حکومت) نہ کرے، سو وہی لوگ کافر ہیں۔“

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کی وضاحت میں جسٹس پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ اسی سورۃ

کی آیت نمبر 45 میں ایسے لوگوں کو ظالم کہا گیا اور آیت نمبر 47 میں ایسے لوگوں کو فاسق کہا گیا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ آیات صرف یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ لیکن یہ درست نہیں کیونکہ کسی خاص شخص کے متعلق کسی آیت کے نازل ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ آیت بس اسی سے مخصوص ہو کر رہ گئی اور اب اس کا حکم کسی دوسرے شخص پر نافذ نہیں ہوگا۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ اسے یہود کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے بلکہ اس کا مفہوم عام رکھا جائے۔ چنانچہ علماء اہل سنت نے اس کا یہ معنٰی بیان کیا ہے کہ

من لم یحکم بما انزل اللہ مستھینا بہ منکر الہ۔

یعنی جو شخص اللہ کے حکم کی توہین اور تحقیر کرتے ہوئے اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا، وہ کافر ہو گا۔ کیونکہ احکامِ شرعیہ کی توہین اور تحقیر کی صرف وہی جرأت کر سکتا ہے جس کا دل ایمان ویقین کے نور سے خالی ہو۔

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے شخص کو کافر، ظالم اور فاسق کہنے کی بڑی لطیف وجہ بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں:

فکفرھم الانکارہ وظلمھم بالحکم بخلافہ وفسقھم بالخروج عنہ. (تفسیر بیضاوی)

یعنی اس وجہ سے کہ انہوں نے احکامِ الٰہیہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، وہ کافر ٹھہرے۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس قانون کو چھوڑ دیا جو عین عدل وانصاف تھا، وہ ظلم کے مرتکب ہوئے اور اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑا وہ فاسق کہلائے۔

اس کے بعد علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہ بھی جائز ہے کہ یہ تینوں لفظ کفر، ظلم اور فسق احکامِ الٰہیہ سے سرتابی کرنے والوں کے مختلف حالات کے پیش نظر کہے گئے ہوں۔ یعنی اگر اس نے یہ سرتابی ازراہ تمرد و تحقیر کی تو وہ کافر ہے اور اگر دل میں انکار تو نہیں بلکہ ویسے حکم عدولی ہو گئی تو وہ ظالم وفاسق ہوگا۔

سچ تو یہ ہے کہ ان آیات کے بعد کسی مسلمان کے لیے کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ اپنے لیے، اپنی قوم اور اپنی رعایا کے لیے ایسے قوانین تجویز کرے جو احکامِ خداوندی کے خلاف ہوں۔

(محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۱: ۴۷۴، ۴۷۵)

مذکورہ بالا بحث کے مطابق احکامِ شرعیہ پر عمل نہ کرنے والا فاسق و ظالم ہوگا اور جو احکامِ شرعیہ پر عمل بھی نہ کرے بلکہ ان کو توہین و تحقیر کرے، وہ کافر ہوگا۔ طاغوت اور طاغوتی نظام کے خلاف جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے، لیکن جہاد صرف قتال نہیں ہے۔ یعنی اسلحہ اٹھالیا اور جو ملے اس کو قتل کر دیا، یہ

جہاد نہیں ہے۔ اسی طرح مسلمانوں پر خود کش حملے بھی جہاد نہیں ہیں۔ بلکہ لوگوں میں شعور پیدا کرنا بھی جہاد ہے، جہالت ختم کرنا بھی جہاد ہے اور لوگوں میں تعلیم عام کرنا بھی جہاد ہے۔ لہذا پاکستان میں بھی جو ادارہ، تحریک یا جماعت طاغوتی نظام کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کر رہی ہے، لوگوں میں شعور پیدا کر رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ اس نظام میں یہ یہ خرابیاں ہیں اور اس طاغوتی نظام کو ختم کرنے کے لیے پوری جد وجہد کر رہی ہے، وہی تحریک یا جماعت طاغوت کے خلاف جہاد کر رہی ہے۔ جو اس نظام کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ اس جہاد میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔

اس موضوع پر مزید مطالعہ کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ان کتب: ''دہشت گردی اور فتنہ خوارج''، ''اسلامی ریاست میں غیر مسلم کے جان و مال کا تحفظ''، ''سیاسی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل'' اور ''میثاق مدینہ'' کا مطالعہ فائدہ مند رہے گا۔

سوال: آج کا مسلمان ایمان کی تاثیر سے محروم کیوں ہے؟

جواب: آج کے دور میں ایمان کی تاثیر سے دوری کی بنیادی وجہ نوجوان نسل کا ایمان کے معنی و مفہوم سے ناواقف ہونا اور بحیثیت مجموعی امتِ مسلمہ کا ایمان کی حفاظت، اس کے تقاضے اور شرائط کو پورا نہ کرنا ہے۔ علاوہ ازیں اسلام دشمن طاقتوں کی نظریاتی، ثقافتی اور جذباتی سہ جہتی یلغار بھی امتِ مسلمہ کی بالعموم اور نوجوان نسل کی بالخصوص ایمان کی تاثیر سے محرومی کا سبب بن رہی ہے۔ کیونکہ نظریہ کسی بھی قوم، مذہب، تحریک یا تنظیم کے لئے اساسی درجہ رکھتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اقوام نظریے کی بنیاد پر بنتی اور قائم رہتی ہیں۔ جونہی نظریاتی اساس کمزور ہوئی، زوال و انتشار اقوام کا مقدر بن جاتا ہے۔

اس کی ایک سادہ اور عام فہم مثال یہ ہے کہ ایک درخت کی نشوونما کا دار و مدار اس کی جڑ پر ہوتا ہے اور جڑ ہی درخت کی زندگی اور تروتازگی کا ذریعہ ہے۔ اگر جڑ میں نقص واقع ہو جائے تو درخت مرجھانا شروع ہو جائے گا پھر رفتہ رفتہ اس کے پتے، ٹہنیاں، پھل، پھول بوسیدہ ہو کر زمین پر گر پڑیں گے۔ اگر جڑ مضبوط ہو تو درخت توانا اور پھلدار ہو گا اور یہ خوراک حاصل کرنے اور دوسروں کے لئے حیات بخشی کا سامان بنے گا۔ بات ساری تاثیر کی ہے۔ جس طرح درخت میں ساری تاثیر جڑ اور تنے کی ہوتی ہے، اسی طرح نظریہ بھی اقوام میں جڑ کی حیثیت رکھتا ہے اور قوم کی ثقافتی، تہذیبی، مذہبی اور معاشرتی بقا اور سلامتی کی علامت ہوتا ہے۔

لہٰذا اگر موجودہ دور میں امتِ مسلمہ ایمان کی حلاوت پانا اور بحیثیت مجموعی ترقی کرنا چاہتی ہے تو اسے اپنے بنیادی نظریات اپنا کر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنا ہو گا ورنہ گمراہی و

پستی اور ذلت و غلامی اس کا مقدر بن جائے گی۔ اسی بات کی طرف قرآن مجید میں یوں رہنمائی کی گئی ہے:

إِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔ (الرعد، ۱۳: ۱۱)

"بے شک اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے آپ میں خود تبدیلی پیدا کر ڈالیں۔"

سوال: کیا کلمہ طیبہ پڑھ لینا ہی نجات کے لئے کافی ہے؟

جواب: کلمہ طیبہ پڑھنے سے انسان دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور اسے ایمان کی دولت میسر آجاتی ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ ﷺ سفید کپڑا اوڑھے سو رہے تھے۔ میں دوبارہ حاضر ہوا اس وقت بھی آپ ﷺ سو رہے تھے۔ پس میں تیسری بار حاضر ہوا تو آپ ﷺ بیدار ہو چکے تھے، میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی اعتقاد پر اس کا خاتمہ ہو جائے تو وہ جنت میں جائے گا۔ (مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب من مات لا یشرك باللہ شیئًا دخل الجنة و من مات مشركا دخل النار، ۱: ۹۵، رقم: ۹۴)

لیکن اس حدیث میں کلمہ طیبہ پڑھنے سے مراد احوال واعمال کی اصلاح کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھنا ہے۔ کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد احوال و اعمال کی اصلاح کو نظر انداز کرنا اللہ کی گرفت کا باعث بنتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۔ (النساء، ۴: ۱۲۳)

"جو کوئی برا عمل کرے گا، اسے اس کی سزا دی جائے گی اور نہ وہ اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔"

اگر کسی کلمہ گو شخص نے اپنے گناہوں پر توبہ کی اور اس کی توبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو گئی تو وہ کلمہ گو شخص جنت میں جائے گا یا اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اسے جنت میں داخل کر دے گا۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو پھر وہ کلمہ گو اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں جائے گا۔

اصلاحِ قلوب کیونکر ممکن ہے؟

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

مَا جَعَلَ اللهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ۔ (الاحزاب، ۳۳: ۴)

” اللہ نے کسی آدمی کے لیے اس کے پہلو میں دو دِل نہیں بنائے۔“

اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی اس آیت میں ہماری توجہ اس امر کی طرف مبذول فرمائی کہ اس نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں رکھے بلکہ ایک ہی دل بنایا ہے مگر اس دل کی حفاظت کے لیے اس نے ایک نظام بنایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۔ (البلد، ۹۰: ۹-۱۰)

”(کیا اسے) ایک زبان اور دو ہونٹ (نہیں دیے)۔ اور ہم نے اسے (خیر و شر کے) دو نمایاں راستے (بھی) دکھا دیے۔“

اللہ نے اس دل کی تعبیر و تشریح، ابلاغ اور اس کی دعوت کو آگے پہنچانے کے لیے زبان بھی ایک بنائی۔ یعنی دل کا ترجمان اور نمائندہ بھی ایک ہے۔ پھر دونوں راستوں یعنی خیر اور شر کی طرف رہنمائی بھی کر دی یعنی وہ راستہ جو رحمن کی طرف لے جائے اور وہ راستہ جو شیطان کی طرف لے جائے، دونوں دکھا دیئے۔ پھر فرمایا:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ (الشمس، ۹۱: ۸-۱۰)

” پھر اس نے اسے اس کی بدکاری اور پرہیزگاری (کی تمیز) سمجھا دی۔ بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی

کی نشو و نما کی)۔ اور بے شک وہ شخص نامراد ہوگیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کر لیا (اور نیکی کو دبا دیا)۔“

گویا اللہ رب العزت نے انسان کو نیک کاموں کی طرف رغبت دلانے والی طاقت بھی عطا کر دی اور بدی و فسق و فجور کی طرف لے جانے والی صلاحیت بھی اس کے اندر رکھ دی۔ اس صلاحیت کو رکھنے کے بعد دنیا کی صورت میں موجود امتحان گاہ میں اسے بٹھادیا۔ گویا اس کی سرشت میں بُرے کاموں کی کشش اور نیکی، صالحیت، تقویٰ اور طہارت کی طرف کشش بھی رکھی۔ جب دونوں طرف کی کشش سے اللہ رب العزت نے انسان کے نفس کو مزین کر دیا تو اسے فسق و فجور کی طرف لے جانے کے لیے شیطان کو بھی اذنِ عام دے دیا اور تقویٰ و طہارت، صالحیت، معرفت، عبادت، ریاضت اور نیکی پر قائم و دائم رکھنے کے لیے اولیاء و صالحین کی سنگتیں اور صحبتیں بھی دے دیں۔ جب دونوں مواقع برابر بنیادوں پر دیے تو پھر فرمایا کہ:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا کہ جس نے اپنے نفس کی اصلاح کر لی، جس نے تزکیہ و تصفیہ کے ذریعے ہر طرح کی نجاست، غلاظت، ناپاکی، طمع، لالچ، حرص اور آلائشِ دنیا سے اپنے نفس کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے گناہوں، شہواتِ نفسانیہ، دنیا کی زیب و زینت اور لالچ و طمع میں خود کو ملوث کر لیا اور اس کی نیک خصلت پوشیدہ رہی تو وہ نامراد ہوگیا۔

اللہ رب العزت نے انسان کی حالت اور کیفیت کے مطابق قلب کی کئی اقسام بنائی ہیں۔ اپنے احوال کے مطابق انسان قلبِ سلیم، قلبِ منیب، قلبِ مطمئن، قلبِ متقی، قلبِ حیی، قلبِ صالح، قلبِ ورع، قلبِ خائف، قلبِ مریض، قلبِ سقیم، قلبِ غلیظ (سختی والا)، قلبِ غافل اور قلبِ میت کا حامل ہوتا ہے۔ قلب کی یہ کیفیات کس طرح حاصل ہوتی ہیں؟ اس کے لیے انسانی جسم میں جاری جنگ کو سمجھنا ہوگا۔ ایک جنگ وہ ہے جو ظاہری دنیا میں جاری ہے جس کے لیے شیطان نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آکر دعویٰ کیا تھا:

وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔

”اور ان سب کو ضرور گمراہ کر کے رہوں گا۔ سوائے تیرے ان برگزیدہ بندوں کے جو (میرے اور نفس کے فریبوں سے) خلاصی پا چکے ہیں۔ (الحجر، ۱۵: ۳۹، ۴۰)

یعنی مولا مجھے اتنی ڈھیل ضرور دے کہ میں اور میرے قبیلے والے قیامت تک تیرے بندوں کو ورغلاتے رہیں۔ شیطان کے قبیلے والے اور اس کے معاونین کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔

"بے شک وہ (خود) اور اس کا قبیلہ تمہیں (ایسی ایسی جگہوں سے) دیکھتا (رہتا) ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔" (الاعراف، ۷: ۲۷)

یعنی وہ اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے مل کر تم پر حملہ آور ہوں گے۔۔۔ کبھی تمہیں دنیا کی شہوت سے اپنی طرف مائل کریں گے۔۔۔ کبھی تمہیں مال واسباب کے لالچ میں مبتلا کردیں گے۔۔۔ کبھی عورت کی وجہ سے تمہیں ورغلائیں گے۔۔۔ کبھی دنیا کی زیب وزینت، مراتب ومناصب، دنیا کی آسائش اور انواع واقسام کی لذات سے تمھیں اپنی طرف رغبت دلائیں گے۔ جو ان کی طرف مائل ہوگیا، اس کا دل مریض اور بالآخر میت ہوجائے گا اور جو ان کی طرف مائل نہ ہوا تو سمجھ لیں یہ قلب مریض نہیں بلکہ قلبِ حیی ہے جو کسی بھی صورت اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہے۔

اللہ رب العزت نے اس دل کے ساتھ دو اور وجود بھی ساتھ ہی آباد کردیئے ہیں۔ دل کے ایک طرف اس نے روح رکھ دی اور دوسری طرف نفس رکھ دیا۔ اب نفس اپنا کام کرے گا اور روح اپنا کام کرے گی۔ اللہ رب العزت کی نگاہ دیکھ رہی ہے کہ اس صورتِ حال میں دل کس کی طرف جھکاؤ کرتا ہے۔ اگر دل اللہ کی طرف مائل ہے تو روح کی حکومت اپنے اوپر قائم کرتا ہے اور روحانی وجدانی اور عرفانی ہوجاتا ہے۔ اگر دل نفس کی طرف مائل ہوجائے اور نفس کی حکومت اپنے اوپر قائم کرے تو نفسانی ہوجاتا ہے۔ جن دلوں پر نفس کا غلبہ ہوجاتا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے یہ دل غافل ہوتے ہیں، پھر مریض ہوتے ہیں اور پھر بالآخر میت ہوجاتے ہیں اور وہ قلوب جن پر روح کا غلبہ ہوتا ہے، یہ دل ہمیشہ متقی، مطمئن، مزکیٰ اور مصفیٰ ہوتے ہیں اور کبھی اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ ایسے دلوں کو اللہ حی بناتا ہے اور بالآخر یہ منیب اور سلیم ہوجاتے ہیں۔

اہل اللہ کے دل اللہ کے برتن ہیں

قلبِ سلیم کیسے متوجہ الی اللہ ہوجاتا ہے اور کیسے اللہ کی طرف مائل رہتا ہے کہ دنیا سج دھج کے بھی آجائے تب بھی کبھی نگاہ اٹھا کر اسے دیکھتا ہی نہیں؟ اس حوالے سے سیدنا ابوعنبہ خولانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إن للہ آنیة من أھل الأرض و آنیة ربکم قلوب عبادہ الصالحین۔

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے برتن ہیں، جن کا تعلق اہل زمین سے ہے۔ تمہارے پروردگار کے برتن نیک لوگوں کے دل ہیں۔"

گویا مقربین، عاشقین، محبین اور واصلین الی اللہ کے قلوب کو اللہ اپنا برتن بنالیتا ہے۔ وہ لوگ جو

دنیا سے کٹ کر خدا کے ہو جائیں اور اس کے دیدار کے طالب بن کر رہیں تو اللہ ان کے دلوں کو اپنے برتن بناتا ہے۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! ان میں سے کون سا برتن اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔۔۔؟ یعنی مومنین، متقین، محسنین، راغبین، عارفین، عاشقین اور ابرار میں سے کون سے دل اسے زیادہ پسند ہیں اور کن کی طرف اس کی توجہ زیادہ رہتی ہے۔۔۔؟ یہ جاننا اس لیے ضروری ہے کہ ہم بھی ہر ایک کو ایک ہی طرح کے برتن میں کھانا نہیں کھلاتے بلکہ عامۃ الناس (Public) کے برتن الگ ہوتے ہیں، خواص (VIP) کے برتن الگ ہوتے ہیں، اخص الخواص (VVIP) کے برتن الگ ہوتے ہیں۔ ہر ایک کو ایک جیسے برتن میں کھانا نہیں کھلایا جاتا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو تین طرح کے دل بہت زیادہ پسند ہیں:

فاحبها الیه ارقها و اصفاها و اصلبها۔

وہ دل جو زیادہ نرم ہو، وہ دل جو زیادہ پاک صاف ہو اور وہ دل جو زیادہ محکم و مضبوط ہو۔

ذیل میں ان تینوں قلوب کی وضاحت درج کی جاتی ہے:

ا۔ جو دل شکستہ ہو جائیں، جو دنیا سے بے زار اور بے رغبت ہو جائیں اور کوشش کے باوجود بھی ان کے برتن میں دنیا کا کھانا آ نہ سکے۔ ایسے دل اللہ تعالیٰ کو بڑے پسند ہیں۔ یہ لوگ بڑے نرم دل ہوتے ہیں۔

؎ تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر نگاہ آئینہ ساز میں

یہ دل قلبِ مصطفی کی پیروی میں چل رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کا قلبِ اطہر انتہائی نرم تھا اور لطف و کرم اور عفو درگزر سے معمور تھا۔ لوگ ظلم و زیادتی کرتے تو آپ ﷺ عفو و درگزر اور معافی سے کام لیتے۔۔۔ کوئی کافر بھی آ جاتا تو خود تو فاقہ کر لیتے مگر بھر بھر کے دودھ کے پیالے اسے پلاتے چلے جاتے۔۔۔ کوئی دشمن آ جاتا تو گھر کے دروازے اس کے لیے کھول دیتے ہیں اور اپنے بستر مبارک پر سلا دیتے۔ آپ ﷺ کی اسی شانِ رحمت و رفق کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے:

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ۔ (آل عمران: ۱۵۹)

”(اے حبیبِ والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم طبع ہیں اور اگر آپ تُندخُو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے۔“

صحابہ شہد کی مکھیوں کی طرح آپ کی محبت کے چھتے کے گرد طواف کرتے، اس کی وجہ یہ تھی کہ

؎ یہ ہجوم کیوں ہے زیادہ میخانے میں
فقط اتنا سبب کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

پس اللہ کو سب سے پہلے نرم دل پسند ہیں۔ اسی لیے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

إن اللہ رفیق یحب الرفق، ویعطی علی الرفق ما لا یعطی علی العنف، وما لا یعطی علی ما سواہ۔

اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی کی بنا پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو درشت مزاجی کی بنا پر عطا نہیں فرماتا، وہ اس کے علاوہ کسی بھی اور بات پر اتنا عطا نہیں فرماتا۔

۲۔ وہ دل بھی اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہیں جو سب سے زیادہ صاف، پاک اور طہارت والے ہیں۔

۳۔ وہ دل بھی اللہ کو پسند ہے جو بڑا مضبوط و مستحکم ہے۔ غافل نہیں ہے بلکہ ثابت قدم رہنے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے کہا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا۔

”بے شک جِن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ (اِس پر مضبوطی سے) قائم ہوگئے۔“ (حم السجدہ، ۴۱: ۳۰)

یعنی وہ جب اللہ کا نام لے لے تو پھر اس پر جم جائے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں کہ ایسے پیکر تقویٰ بن جاؤ کہ جب تقویٰ کی بات کرو تو دنیا کو معلوم ہو جائے کہ کہ تقویٰ والا ایسا ہوتا ہے۔۔۔ زہد کی بات کرو تو ایسا زہد اپناؤ کہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے مگر آپ کی بے رغبتی اور بے نیازی کو کوئی ختم نہ کر سکے۔۔۔ جب ورع کی بات کرو تو ایسے ہو جاؤ کہ دنیا روزانہ آئے مگر آپ کے دل کو کوئی خرید نہ سکے۔۔۔ کوئی پوچھے کہ بات کیا ہے؟ تو آپ کہیں کہ

؎ جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

جب ایک سینے میں دو دل نہیں ہو سکتے تو سمجھ لیں کہ ایک دل میں دو محبتیں بھی نہیں ہو سکتیں اور اس دل کے دو سودے بھی نہیں ہو سکتے۔ اگر کسی ایک کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے نے خرید لیا تو شریعت کہتی ہے کہ جس سودے کی قیمت طے ہو چکی ہو، اس سودے پر سودا کرنا جائز نہیں۔ جب شریعت میں سودے پر سودا جائز نہیں تو جس دل کا سودا اللہ کے ساتھ ہو گیا، کیا اس کا کسی اور کے ساتھ سودا جائز ہے؟ اہل اللہ کہتے ہیں کہ جو دل ایک دفعہ محبوب کا ہو جائے تو اب اس میں دو محبوب نہیں ہو سکتے۔ محبوب بھی ایک۔۔۔ دل بھی ایک۔۔۔ محبت بھی ایک۔۔۔ سودا بھی ایک۔۔۔ نسبت بھی

ایک۔۔۔ اور رجحان بھی ایک۔ایسی شان کا حامل اب صرف یہی کہتا ہے کہ میں ایک ہی دفعہ بکا تھا، میں انہی کا ہوں، انہی کا رہوں گا،اب اگرچہ میری گردن بھی کٹ جائے مگر میرا عشق انہی سے ہے۔

اللہ کن قلوب کا انتخاب فرماتا ہے؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ والوں کے دل اللہ کے برتن ہیں تو کیا اللہ رب العزت کے پاس وہی خوراک ہے جو ہم کھاتے ہیں۔۔۔؟ کیا اس کی بارگاہ کا مشروب وہی ہے جو ہم پیتے ہیں۔۔۔؟ اس کا جواب ہے کہ نہیں، ایسا نہیں ہے۔ جب ایسا نہیں ہے تو ذرا سوچیں کہ جس برتن میں خدا کی بارگاہ سے محبت کے پکوان اترنے ہوں۔۔۔ اس کی تجلیات کا نزول ہونا ہو۔۔۔ اس کے عرفان کا ورود ہونا ہو۔۔۔اس کی معرفت وقربت کے سودے نے اترنا ہو۔۔۔اس کے شراب طہور کے جام اترنے ہوں تو کیا اُن قلوب کو صاف اور پاک نہیں ہونا چاہیے۔ وہ کہتا ہے کہ میرے کھانے دل کے برتن میں اتارنے ہوں تو پہلے دل کی صورت میں موجود اپنے برتنوں کو صاف کرو۔

اس کو اس مثال سے سمجھیں کہ ہم روزانہ کھانا کھاتے ہیں مگر دوسری مرتبہ اسی برتن کو دھوئے اور صاف کیے بغیر کھانا نہیں ڈالتے، اس لیے کہ اُن میں جراثیم پیدا ہوگئے ہوتے ہیں اور بدبو آتی ہے۔ایک بندہ جب اپنے کھائے ہوئے برتن میں دوسرے وقت کا کھانا نہیں کھاتا تو ہم کیسے تصور کر سکتے ہیں کہ وہ رب ان برتنوں میں اپنے پکوان کیسے ڈالے گا جو پہلے ہی سے دوسرے پکوانوں کی وجہ سے آلودہ ہیں۔ وہ اپنا پکوان دلوں کے برتن میں ڈالنے سے قبل یہ دیکھتا ہے کہ دل کا یہ برتن صاف ہے یا نہیں؟ وہ چاہتا ہے کہ مجھے ایسے برتن دو کہ جب نگاہ ڈالوں تو ان میں میری ہی محبت نظر آئے۔ یہ تب ممکن ہوگا جب کسی اور دنیاوی محبت کی تصویر اس میں نہ ہو۔ جب وہ دلوں پر نظر ڈالتا ہے اور وہاں اسے کسی اور کے نقش جمے ہوئے نظر آتے ہیں تو وہ اس دل سے اپنی نظر ہٹا لیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جہاں کسی اور کا نقش ہوگا، وہاں میرا نقش تجھے نہیں ملے گا۔ پہلے دوسرے نقوش کو مٹاؤ تب میرا نقشِ محبت، نقشِ عرفان، نقشِ وجدان اور نقشِ وصال تجھے نصیب ہوگا۔ امام ابن عطاء اللہ السکندری ''الحکم العطائیۃ'' میں فرماتے ہیں کہ

كَيْفَ يُشْرِقُ قَلْبٌ صُوَرُ الْأَكْوَانِ مُنْطَبِعَةٌ فِي مِرْآتِهِ؟

اے بندے تو کیسے توقع کرتا ہے کہ تیرا دل روشن ہو جائے جب کہ تیرے دل میں تو دنیا کے نقوش جمع ہیں۔ تیرے دل میں دنیا کی محبت وزینت اور مال و منصب کی لالچ کے نقش ثبت ہیں۔ میں نے جب بھی نگاہ ڈالی تو تجھے دنیا کی محبت کے نقوش سے معمور پایا۔ ایسے دل میں جا کر میں نے کیا کرنا ہے جو میری طرف مائل ہی نہیں ہے۔

أَمْ كَيْفَ يَرْحَلُ إِلَى اللهِ وَهُوَ مُكَبَّلٌ بِشَهَوَاتِهِ ؟

اے بندے تو اپنے رب کی طرف کیسے رجوع کر سکتا ہے اور اس کی طرف کیسے سفر کر سکتا ہے جب کہ تو اپنی نفسانی خواہشات کے جال کا اسیر ہے۔

أَمْ كَيْفَ يَطْمَعُ أَنْ يَدْخُلَ حَضْرَةَ اللهِ وَهُوَ لَمْ يَتَطَهَّرْ مِنْ جَنَابَةِ غَفَلَاتِهِ ؟

اے بندے تو کیسے خواہش کرتا ہے کہ اللہ کی بارگاہ کی باریابی، وصال اور قرب تجھے نصیب ہو جائے۔ جبکہ تو اپنی غفلتوں کی ناپاکی سے پاک بھی نہ ہو سکا۔ تیرا دل غافل ہے اور تو سمجھتا ہے کہ تجھے اس حال میں رب مل جائے۔۔۔ تیرا دل گنہگار ہے اور تو چاہتا ہے کہ وہ یار مل جائے۔۔۔ تیرا دل دنیا کی دلدل میں دھنسا ہوا ہے اور تو چاہتا ہے کہ محبتِ یار مل جائے۔۔۔ تو خدا کے قرب میں بیٹھنا چاہتا ہے جبکہ ابھی تیرا دل دنیا کی قربت سے جدا ہی نہیں ہوا۔

أَمْ كَيْفَ يَرْجُو أَنْ يَفْهَمَ دَقَائِقَ الْأَسْرَارِ وَهُوَ لَمْ يَتُبْ مِنْ هَفَوَاتِهِ ؟

اے بندے تو اسرارِ الٰہیہ کی باریکیوں سے باخبر ہونا چاہتا ہے کہ اللہ کے اسرار تیرے دل میں اتر جائیں، لیکن یہ کیسے ممکن ہے جبکہ تو ابھی تک اس دنیا کی بیہودہ باتوں اور غلاظت سے جدا ہی نہیں ہوا۔

؎ دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

سراسر موم یا پھر سنگ ہو جا

ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم کس طرف ہیں۔ اگر ہم رحمن کی طرف ہو جائیں تو وہ جو کھلائے خوش رہیں۔۔۔ جو پلائے خوش رہیں۔۔۔ کچھ نہ دے، تب بھی خوش رہیں۔۔۔ کچھ دے دے، تب بھی خوش رہیں۔۔۔ ہمارا حال پوچھے، تب بھی خوش رہیں۔۔۔ نہ بھی پوچھے، تب بھی خوش رہے۔۔۔ محب وہ ہوتا ہے کہ محبوب بلائے تب بھی خوش رہے اور محبوب نہ بھی بلائے، تب بھی خوش رہے۔

جن دلوں کو وہ اپنا برتن بنالیتا ہے، پھر انھیں خالی نہیں چھوڑتا بلکہ انہیں اپنا محبوب بھی بناتا ہے اور ان برتنوں میں اپنی قربت، اپنی یاد اور اپنا انعام واکرام بھی اتارتا ہے۔ رات کے اندھیرے میں بندہ جب اسے پکارتا ہے تو وہ بھی کہتا ہے کہ میرے بندے تو بتا کہ تو کیسا ہے؟ اس بندے کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ حدیث قدسی کے مطابق:

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَ بَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ۔ (بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۵: ۲۳۸۴، رقم: ۶۱۳۷)

”پس جب اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اس کی

آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن کے ساتھ چلتا ہے اور اگر وہ محبوب بندہ مجھ سے سوال کرے گا تو میں اسے ضرور بالضرور مطلوبہ چیز دوں گا اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے گا تو ضرور بالضرور اس کو پناہ اور تحفظ مہیا کروں گا۔''

جب وہ قلب نورانی، روحانی اور وجدانی ہو جاتا ہے تو اس پر علم، عمل، فیضانِ الٰہیہ اور اللہ کے انعام واکرام کا نور اترنا شروع ہو جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ نور اس کے پورے دل کا احاطہ کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ لوح محفوظ پر جو کچھ لکھا ہوتا ہے، اس کا عکس اس ولی کے دل پر پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت اسے علمِ لدنی سے نوازنا شروع کر دیتا ہے اور اپنے ارادے کے مطابق غیب کی خبریں دینا شروع کر دیتا ہے۔ پھر وہ بندہ وہاں سے لیتا ہے اور دنیا والوں کو دیتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ رب العزت اپنی معرفت کا جلوہ بھی اسے عطا کرتا چلا جاتا ہے۔ پھر وہ بندہ جب دیکھتا ہے تو معرفتِ الٰہی سے دیکھتا ہے اور جب تصرف کرتا ہے تو معرفتِ الٰہی سے کرتا ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ تَعَالَى۔

''مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

(مسند الشہاب، حدیث نمبر: ۶۶۳)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے قلوب کی اصلاح کرنے اور اولیاء وصلحاء کی سنگتوں میں استقامت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محترمہ نازیہ عبدالستار (ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ دختران اسلام) کا انتقالِ پُرملال

گذشتہ ماہ 30 اکتوبر 2024ء محترمہ نازیہ عبدالستار (ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ دختران اسلام) بقضائے الٰہی انتقال فرما گئی ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ گذشتہ 18 سال سے مرکز پر خدمات سرانجام دے رہی تھیں۔ انھوں نے فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور ماہنامہ دختران اسلام میں قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، محترمہ ڈاکٹر غزالہ حسن قادری، محترمہ فضہ حسین قادری، نائب صدر تحریک بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان، ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، محترمہ ڈاکٹر فرح ناز، محترمہ سدرہ کرامت، جملہ سٹاف منہاج القرآن ویمن لیگ، مرکزی قائدین وسٹاف ممبران اور کارکنان تحریک نے مرحومہ کے انتقال پر گہرے غم ورنج کا اظہار کرتے ہوئے ان کی مغفرت وبلندی درجات کے لیے خصوصی دعا کی اور ان کی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور محترمہ فضہ حسین قادری مرحومہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کی بیٹیوں اور لواحقین سے اظہارِ تعزیت کیا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

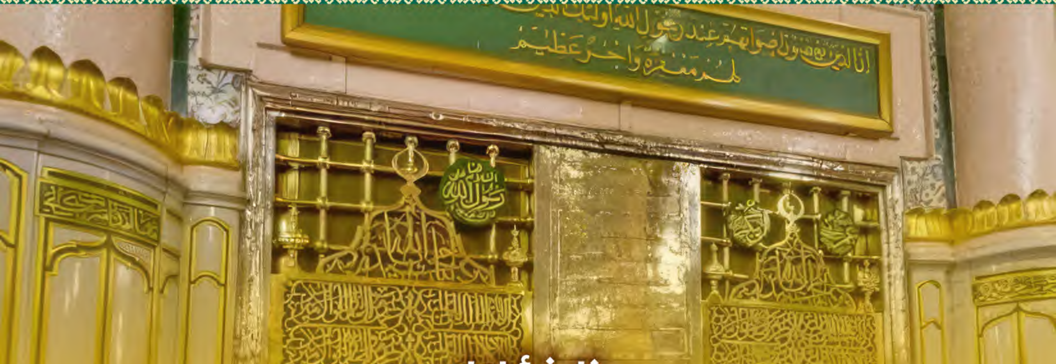

خلیفۂ اول

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبۂ خلافت اور ہمارے سیاسی ومعاشرتی احوال

ڈاکٹر علی محمد الصلابی

جب ہم خیر القرون کی تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں تو سب سے پہلے قبولِ اسلام کی سعادت حاصل کرنے والوں میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ درخشاں نظر آتے ہیں۔ وہ کبھی قریش کے ظلم وستم کا نشانہ بنے دکھائی دیتے ہیں، کہیں اسلام کی سرفرازی کے لیے اپنا سارا اثاثہ لُٹاتے نظر آتے ہیں، کبھی دعوت کے میدانوں میں ان کے مواعظ کی گونج سنائی دیتی ہے اور کبھی میدانِ جنگ میں بہادری اور وفا کی داستان رقم کرتے نظر آتے ہیں۔ آقا علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کا ہر عمل محبت اور استقامت کی تصویر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی آپ رضی اللہ عنہ فنائیت کے مقام پر نظر آتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضِ رفاقت اور تربیت سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان وعمل اور عزم ویقین بہت پختہ ہو چکا تھا اور آپ کی بہت سی خوبیاں نمایاں ہو کر سامنے آنے لگی تھیں۔

خلافت صدیقی میں مختلف فتنوں نے سر اٹھایا اور طرح طرح کے بحرانوں نے جبڑے کھولے۔ کہیں کذاب مدعیان نبوت کھڑے ہوئے تو کہیں مرتدین نے بغاوت کی، کہیں اندرونی خلفشار تھا تو کہیں بیرونی خطرات لاحق تھے اور کہیں منکرین زکوٰۃ تھے۔ ان ساری الجھی ہوئی لٹوں میں مختلف آراء کی گتھیاں سلجھانے کے لیے تنہا ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما کی ذات گرامی تھی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حوصلے، ولولے اور بصیرت وعزیمت کی ایسی چٹان تھے کہ زمانے اور زندگی کی کوئی آندھی انھیں سرنگوں نہ کر سکی۔ ایک

لمحہ بھی ایسا نہ آیا کہ کبھی ان کا ایمان متزلزل ہوا ہو۔ وہ عزم و ہمت کے تخت پر بیٹھ کر پوری جرأت و مہارت سے امتِ مسلمہ کی قیادت کرتے رہے۔ آپ نے نبی اکرم ﷺ کے مخلص، سچے اور پختہ ایمان خلیفہ ہونے کا عظیم کردار ادا کیا۔ آپ نے پُرآشوب حالات میں آنکھوں پر پڑنے والے گمراہی کے پردے ہٹائے اور خالص دین اور صحیح اسلامی عقیدے پر پڑنے والی گرد و غبار کو صاف کیا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اسلام کی گہری بصیرت اور دقیق فہمی کے لحاظ سے بھی سب سے ممتاز اور منفرد نظر آتے ہیں۔ زمانۂ جنگ ہو یا صلح، خوف و ہراس کی فضا ہو یا امن و امان کی، اجتماع کی حالت ہو یا خلوت و انفرادیت کی، تنگی کا زمانہ ہو یا خوشحالی کا دور، سب مواقع پر آپ گہری اسلامی بصیرت، دینی غیرت، اسلامی حمیت اور جرأت و دانائی کے ساتھ ممتاز نظر آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد آپ ﷺ کی تمناؤں کی تکمیل ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نصب العین تھا اور وہ اس بارے میں بے حد حساس تھے اور آپ ﷺ کی خواہشات کی تکمیل میں بال برابر کمی یا تبدیلی بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس سلسلے میں کسی سے سودے بازی ممکن تھی نہ انھیں کسی کی ملامت کا خوف دامن گیر تھا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیاوی مال و متاع کو اس قدر ہیچ اور ناقابلِ توجہ سمجھتے تھے کہ اس سے بڑھ کر اعلیٰ درجے کے زہد کی شان صرف انبیاء اور ان کے امام و پیشوا سید الانبیاء ﷺ ہی کو حاصل تھی۔ اپنے خاندان اور ورثاء کے لیے ملک و حکومت کی تاسیس و توسیع کا انھیں کبھی خیال تک نہیں آیا جیسا کہ اس دور میں جزیرۂ عرب کے قرب میں رومی اور ایرانی حکمران خاندان اپنے اپنے علاقوں میں کر رہے تھے۔

مذکورہ بالا تمام صفات اور شرائط سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ذات میں موجود تھیں۔ یہ صفات ان کی زندگی اور سیرت کا حصہ تھیں۔ آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد مسلمانوں نے آپ کی بیعت کی اور آپ کو مسلمانوں کا پہلا خلیفہ راشد بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا، اس خطبۂ خلافت سے ایک طرف آپ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ نکھر کر سامنے آتا ہے تو دوسری طرف یہ خطبہ ہمارے حکمرانوں اور عامۃ المسلمین کے لیے بھی اپنے اندر غور و فکر کا ایک جہاں سموئے ہوئے ہے۔ ذیل میں اس خطبہ کے چند نکات درج کیے جاتے ہیں:

خطبۂ خلافت اور اس کے اہم نکات

بیعت کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی شانِ اقدس کے لائق حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا:

اما بعد ایها الناس فانی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم، فان احسنت فاعینونی وان اسات فقومونی، الصدق امانة والکذب خیانة، والضعیف فیکم قوی عندی حتی اریح علیه حقه ان شاء الله، والقوی فیکم ضعیف عندی حتی اخذ الحق منه ان شاء الله، لایدع قوم الجهاد فی سبیل الله الا ضربهم الله بالذل، ولا تشیع الفاحشة فی قوم الا عمهم الله بالبلاء، اطیعونی ما اطعت الله و رسوله، فاذا عصیت الله و رسوله فلا طاعة لی علیکم، قوموا الی صلاتکم یرحمکم الله۔

(البدایۃ والنہایۃ،۶: ۳۰۵،۳۰۶)

”امابعد! سامعین کرام! مجھے تمھارا سربراہ بنایا گیا ہے۔ میں خود کو تم سے بہتر نہیں سمجھتا۔ اگر میں درست کام کروں تو میری مدد کرنا۔ اگر مجھ سے غلطی ہو جائے تو میری اصلاح کرنا۔ سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تمھارا کمزور شخص میرے نزدیک طاقتور ہے حتی کہ میں اس کا حق اسے دلا دوں، ان شاءاللہ۔ تمھارا طاقتور شخص میرے نزدیک کمزور ہے حتی کہ میں اس سے مظلوم کا حق وصول کر لوں، ان شاءاللہ۔ جب کوئی قوم جہاد فی سبیل اللہ سے منہ موڑ لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتا ہے۔ جس قوم میں بے حیائی عام ہو جائے، اللہ تعالیٰ ان پر عمومی عذاب نازل کر دیتا ہے۔ میری اطاعت اس وقت تک کرنا جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے لگوں تو تم پر میری اطاعت ضروری نہیں۔ اٹھو نماز ادا کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔“

یہ خطبہ مختصر ہے اور اپنی عمدگی کے اعتبار سے شاندار اسلامی خطبات میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس خطبے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاکم اور رعایا کے تعلقات میں عدل و انصاف اور رحمدلی کی اہمیت بیان کی۔ انھوں نے واضح کر دیا کہ سربراہ حکومت کی اطاعت اس وقت تک ضروری ہے جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر کاربند ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی صراحت اس لیے کی کہ امت اسلامیہ کی عزت و وقار اسی میں پنہاں ہے۔ فواحشات سے بچنے کی تلقین کی کیونکہ گناہوں سے لت پت معاشرے انحطاط اور تباہی سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ اس عظیم خطبے کے اہم اور چیدہ چیدہ نکات درج ذیل ہیں:

(۱) عہد صدیقی میں قانون سازی کے مآخذ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میری اطاعت اس وقت تک کرنا جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتا رہوں۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک قانون سازی کے مآخذ قرآن مجید اور سنتِ مطہرہ ہیں۔ بلاشبہ خلافتِ صدیق شریعت کی مکمل پابند تھی

اور اس میں اسلامی شرعی قوانین کو ہر قانون پر بالادستی حاصل تھی۔ شریعت کے سامنے حاکم اور محکوم سب سرِ تسلیم خم کیے ہوئے تھے۔ اسی لیے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے امت پر اپنی اطاعت اسی وقت تک واجب قرار دی تھی جب تک وہ خود اللہ اور اس کے رسول کے مطیع ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

لا طاعة فی معصیة انما الطاعة فی المعروف۔ (صحیح البخاری، حدیث ۷۲۵۷)

”معصیت و نافرمانی میں (حکمران کی) اطاعت جائز نہیں۔ بلاشبہ اطاعت معروف کاموں میں ہے۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے شاندار دورِ خلافت نے ہمیشہ کے لیے بتلادیا کہ اسلامی حکومت شرعی حکومت ہوتی ہے۔ جس کا سارا نظام شریعت کے تابع ہوتا ہے اور حکمران بھی شرعی احکام کا پابند ہوتا ہے اور وہ ان احکام سے ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

(۲) عوام کو حکمرانوں کے محاسبہ کا حق حاصل ہے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا:

فان احسنت فاعینونی وان اسات فقومونی۔

”چنانچہ اگر میں درست کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں غلطی کروں تو میری اصلاح کرنا۔“ (البدایہ والنہایہ، ۶: ۳۰۵)

اس طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عوام کو اپنے اعمال کی نگرانی اور محاسبے کا حق دیا بلکہ یہ حق بھی دیا کہ اگر وہ کوئی خلافِ شرع کام کرنے لگیں تو امت انہیں روک دے اور شرعی طریقہ کار پر گامزن کرے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے اولین خطاب ہی میں اقرار کر لیا تھا کہ حکمران سے غلطی سرزد ہونا ممکن ہے، لہٰذا اس کا محاسبہ بھی ہو سکتا ہے۔ حکمران کا اقتدار ایسا کوئی شخصی امتیاز نہیں رکھتا جو اسے دوسروں سے افضل اور بالاتر قرار دے کیونکہ رسالت اور انبیائے کرام علیہم السلام جو کہ معصوم عن الخطا ہوتے ہیں، ان کا دور ختم ہو چکا ہے اور خاتم الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو وحی الٰہی کے ذریعے نظام چلاتے تھے، جوارِ رحمت میں پہنچ چکے ہیں۔ ان کا اقتدار معصوم تھا کیونکہ وہ نبی اور رسول ہونے کے اعتبار سے آسمانی راہنمائی میں تمام کام انجام دیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے یہ عصمت ختم ہو گئی۔ اب حکمرانی اور اقتدار بیعت ہی کے ذریعے حاصل ہوگا اور امت ہی اپنے منتخب حکمران کو حقِ حکمرانی تفویض کرے گی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مطابق امتِ محمدیہ کو ایک زندہ اور بیدار نظام دیا گیا ہے جو باہمی تعاون، ہمدردی اور اتفاق کی بنیاد پر اصلاح کی قدرت رکھتا ہے۔ رعایا پر واجب ہے کہ شرعی قانون کے مطابق حکمرانی کرنے والے حاکم کی بھرپور مدد کرے اور امورِ دین کی تکمیل اور جہاد فی سبیل اللہ میں اس کا بھرپور ساتھ دے۔ اسی طرح رعایا کا یہ فرض بھی ہے کہ وہ خیر خواہی کے جذبے سے اپنے حکمرانوں کی غلطیوں کی اصلاح بھی کرے۔ کس قدر ملال انگیز بات ہے کہ بہت سے اسلامی ممالک اس عظیم نظام سے اعراض کیے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے ان ممالک پر جابر اور ظالم حکمران مسلط ہیں۔ بہت سے اسلامی ممالک کے تنزل اور انحطاط کا سبب یہی قابلِ نفرت قابض حکمران یا آمر ہیں۔ انھوں نے امت میں شجاعت اور باہمی خیر خواہی کے جذبات فنا کرکے بزدلی، خوف اور لالچ کے بیج بو دیئے ہیں۔ سوائے ان کے جن پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہے۔ جو قوم اپنے حکمران کی نگرانی اور خیر خواہی کرتی ہے، وہی دنیا میں طاقتور اور غالب ہوتی ہے اور وہی قوم دنیا کے کونے کونے میں دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیتی ہے۔

(۳) عدل وانصاف اور مساوات کا اصول

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے اولین خطاب میں فرمایا تھا کہ تمھارا کمزور آدمی میرے نزدیک طاقتور ہے حتی کہ میں اس کا حق اسے دلادوں، ان شاء اللہ۔ اور تمھارا طاقتور آدمی میرے نزدیک کمزور ہے حتی کہ میں اس سے مظلوم کا حق وصول کرلوں، ان شاء اللہ۔

شرعی نظامِ حکومت کا ایک بنیادی ہدف یہ ہوتا ہے کہ وہ اسلامی نظام کی بنیادوں کو مضبوط و قائم رکھتا ہے۔ مسلم معاشرے کی بقا کے لیے بنیادوں کو مضبوط کرنے کا یہ عمل نہایت ضروری ہے۔ ان اہم ترین بنیادوں میں سے چند یہ ہیں: شوریٰ اور عدل وانصاف، مساوات اور شخصی آزادی وغیرہ۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطاب میں ان اصولوں کو بیان کیا۔ شوریٰ کا اظہار خلیفہ کے انتخاب، ان کی بیعت اور مسجد نبوی میں ان کے خطاب کے دوران ہوا۔ اس وقت جمہور مسلمان موجود تھے۔ آپ کے عدل وانصاف کا اظہار آپ کے خطاب ہی میں موجود ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک عدل سے مقصود اسلامی عدل وانصاف ہے جو اسلامی معاشرے اور اسلامی حکومت کا مرکزی ستون ہے۔ کیونکہ جس معاشرے میں ظلم کا دور دورہ ہوا اور عدل وانصاف ناپید ہو وہاں اسلام کا وجود باقی نہیں رہتا۔

یقیناً انفرادی، اجتماعی اور ملکی سطح پر عدل وانصاف کا قیام کوئی نفلی کام نہیں جو حاکم کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے بلکہ دینِ اسلام میں لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کرنا اسلامی حکومت کی سب سے اہم اور

مقدس ذمہ داری ہے کیونکہ عدل وانصاف کے قیام کے وجوب پر امت کا اجماع ہے۔ امام فخر الرازیؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حکمران پر عدل وانصاف سے فیصلے کرنا واجب ہے۔ (تفسیر الرازی، ۱۰: ۱۴۱)

اس حکم کی تائید قرآن وسنت سے ہوتی ہے۔ اسلامی حکومت کے اہداف میں سے ہے کہ وہ ایسا اسلامی معاشرہ تشکیل دے جس میں عدل وانصاف اور مساوات کی بالادستی ہو اور ہر طرح کے ظلم و جور کے ہر حربے کی بیخ کنی کی گئی ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عدل وانصاف میں بہترین قدوہ ہیں۔ آپ کے عدل وانصاف نے دلوں کو گرویدہ اور عقلوں کو خیرہ کر دیا۔ آپ کے نزدیک عدل وانصاف اسلام کی عملی دعوت ہے۔ اس سے لوگوں کے دل ایمان کے لیے کھلتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دیے جانے والے عطیات میں عدل کیا اور لوگوں سے درخواست کی کہ وہ عدل کرنے میں ان کا ساتھ دیں۔ حتی کہ انھوں نے خود کو قصاص کے لیے پیش کر دیا جو کہ ان کے بے لاگ عدل اور خوف الٰہی کی واضح دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جمعہ والے دن خطبے کے لیے کھڑے ہوئے تو انھوں نے فرمایا:

اذا کنا بالغداة فاحضروا صدقات الابل نقسمها ولا یدخل علینا احد الا باذن۔

''کل صبح زکاۃ کے اونٹ پیش کرنا ہم انھیں تقسیم کریں گے۔ کوئی شخص بلا اجازت ہمارے پاس نہ آئے۔''

چنانچہ ایک خاتون نے اپنے خاوند سے کہا کہ یہ رسی لو اور تم بھی جاؤ، ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی اونٹ عطا کر دے۔ وہ شخص آیا تو اس نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اونٹوں کے باڑے میں داخل ہوئے ہیں، لہذا یہ شخص بلا اجازت اندر چلا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا: تم کیسے اندر آگئے؟ پھر اس سے رسی لے کر اسی سے اس کو مارا۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اس شخص کو بلایا، اسے رسی دی اور کہا: اپنا بدلہ لے لو۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم! یہ ہرگز بدلہ نہیں لے گا۔ نہ آپ یہ طریقہ نکالیں (کہ ہر کوئی خلیفۃ المسلمین سے بدلہ لیتا پھرے۔) یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

فمن لی من اللہ یوم القیامۃ۔

''قیامت والے دن اللہ کے دربار میں میرا سہارا کون ہوگا؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ (چونکہ غلطی اسی کی تھی، لہذا آپ) اسے کچھ دے دلا کر راضی

کرلیں۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کہا کہ ایک اونٹنی، اس کا کجاوہ، ایک مخملی کمبل اور پانچ دینار لاؤ پھر یہ چیزیں اس شخص کو دے کر اسے راضی کرلیا۔ (تاریخ الدعوۃ الی الاسلام، للدکتور یسری محمد ہانی، ص ۴۱۱)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطاب میں مساوات کا جو اصول بیان کیا تھا، وہ ان عمومی اصولوں میں سے ایک ہے جنھیں اسلام نے قائم کیا ہے اور یہ قانون اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دور حاضر کے قوانین میں اسے اہم مقام حاصل ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں عدل وانصاف کے قیام اور مساوات کے لیے منہجِ ربانی کی پیروی کی۔ انھوں نے ضعفاء کے حقوق کی پاسداری کی۔ بطور خلیفہ اپنا وزن کمزور و ناتواں لوگوں کے پلڑے میں ڈالا۔ وہ نہایت مہذب آواز، کھلی آنکھوں اور پر عزم ارادے کے ساتھ کمزوروں کے ہم نوا بن گئے اور ان کے اس عزم کو کسی قسم کا کوئی دباؤ کمزور نہیں کرسکا۔

آپ کے دورِ خلافت میں اسلام کا نظام عدل وانصاف پوری شان سے نافذ ہوا۔ آپ ہر دباؤ اور طاقت کو قدموں تلے روند کر آگے بڑھتے رہے اور عدل وانصاف سے ملتِ اسلامیہ کا سر فخر سے بلند کرتے رہے۔ اسی عمل سے ان کی خلافت مضبوط ہوئی اور ملت کی حفاظت ہوتی رہی۔

منصب خلافت سنبھالنے کے پہلے دن ہی سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان بلند اصولوں پر عمل درآمد شروع کردیا۔ انھیں یقین تھا کہ عدل وانصاف حاکم اور رعایا دونوں کے لیے باعث عزت وافتخار ہے، اسی لیے صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی سیاست میں عدل وانصاف کے فوری نفاذ کو یقینی بنایا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دہراتے رہے:

اِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

”بے شک اللہ (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے اور قرابت داروں کو دیتے رہنے کا اور بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی و نافرمانی سے منع فرماتا ہے، وہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم خوب یاد رکھو۔“ (النحل، ۱۶: ۹۰)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ مسلمان اپنے دین سے مکمل طور پر مطمئن ہوں اور انھیں دعوتِ اسلام کی مکمل آزادی نصیب ہو۔ مسلمانوں کو مکمل طمانیت اسی وقت مل سکتی تھی جب حکمران ہر قسم کی خواہشات نفسانی سے بلند تر ہو کر عوام کو عدل وانصاف مہیا کرے۔ عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ حکمران تمام شخصی عوامل سے بلند تر ہو اور عدل و رحم اس کی حکمرانی کی نمایاں خصوصیات ہوں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نظریہ حکومت یہ تھا کہ حکمران اپنی ذات سے بے پرواہو کر خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے فرائض انجام دے۔ اس طرح اسے کمزور کا احساس ہو گا اور معاشرے کی ضروریات کا علم رہے گا۔ اسی احساس کے زیرِ اثر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے امور مملکت کی نگہبانی قبول کی۔ عدل وانصاف کے ذریعے وہ ہر دشواری پر غالب آگئے، مسلمانوں کی خدمت کے لیے انھوں نے اپنی ذات، اولاد اور خاندان کو فراموش کر دیا۔ یوں وہ عقل و بصیرت کے ساتھ امور مملکت کی انجام دہی میں دن رات مشغول رہے۔

گزشتہ سطور سے معلوم ہوا کہ جب حکمران عدل وانصاف کا پرچم لہراتا ہے تو کمزور اپنے حق کے بارے میں بے خوف ہو جاتا ہے کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ عدل وانصاف والی حکومت اس کا حق دلائے گی اور اس کی کوئی کمزوری اس کے حقوق میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔ کمزور عدل ہی کی وجہ سے طاقتور ہے، اس کا حق روکا جاسکتا ہے نہ چھینا جاسکتا ہے۔ عدل طاقتور کو ظلم کرنے سے روک دے گا اور مظلوم اس سے اپنا حق وصول کر لے گا۔ ظالم کسی منصب، حاکم یا کسی عہدے دار کی رشتہ داری کی بنا پر بچ نہیں سکے گا۔ یہی احساس؛ عزت و فخر کی بلندی اور زمین پر اصلی حکمرانی کی شان عطا کرتا ہے۔

(۴) حکمران اور عوام میں تعامل کی بنیاد سچائی ہے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الصدق امانة والكذب خيانة۔ (البداية والنهاية، ۳: ۳۰۵)

حاکم اور رعایا کے درمیان تعامل کی بنیاد سچائی پر قائم ہے۔ یہ دانش مندانہ سیاسی اصول امت کی قوت مجتمع کرنے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ سچ ہی سے حکمران اور رعایا میں اعتماد کے تعلقات فروغ پاتے ہیں۔ یہ ایک سیاسی ضابطہ ہے جو دعوت اسلامی سے لیا گیا ہے۔

''سچ امانت ہے'' ان الفاظ نے معانی کا لباس پہنا تو گویا ان میں ایسی روح بیدار ہو گئی جس کی بدولت یہ کلمات صبح وشام لوگوں کے دلوں میں غیرت وحمیت کو برانگیختہ اور امیدوں کے چراغ روشن کرتے رہے۔ ''جھوٹ خیانت ہے'' کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک جھوٹ کے بھی خاص معانی ہیں۔ آپ کے نزدیک جھوٹا حکمران وہ خائن وکیل ہے جو امت کا مال کھا کر اسے دھوکا دیتا ہے۔ وہ حاکم کتنا بدبخت ہے جو جھوٹ بولے اور اسے اندازِ سیاست قرار دے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جھوٹ کو صریح خیانت قرار دیا اور فرمایا کہ جھوٹ امت کا سب سے پہلا دشمن ہے۔ کیا خیانت سے بڑھ کر بھی کوئی دشمنی ہو سکتی ہے؟

یقیناً ابو بکرؓ اپنے اس شاندار موقف کی بنا پر آج بھی دنیا پر غالب ہیں۔ اسی موقف کی حامل اقوام کو آج بھی بلندی مل رہی ہے اور اس سے روگردانی کرنے والی قومیں پستی کا شکار ہیں۔ دورِ حاضر میں تمام ممالک حکمران اور عوام کے درمیان تعامل کے اسی منہجِ ربانی کے محتاج ہیں تاکہ انتخابی دھوکا بازیوں اور باہم ایک دوسرے پر جھوٹے الزامات لگانے سے محفوظ رہ سکیں۔ جو لوگ مخالفین کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے لیے ذرائع ابلاغ کا استعمال کرتے ہیں انھیں بھی اس منہج کی اشد ضرورت ہے۔ عوام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اُن اداروں کی مدد سے حکمرانوں کا محاسبہ کریں جو حکمرانوں کے محاسبے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں تاکہ حکمران سچ اور امانت داری پر قائم رہیں۔ اگر عوام یہ کام کر گزریں تو حکمران عوام کے حق خودارادیت، عزت و شرف، آزادی اور مال میں کبھی خیانت نہیں کر سکیں گے۔

(۵) فواحشات کے خلاف اعلانِ جنگ

حضرت ابو بکرؓ نے ارشاد فرمایا:

ولا تشیع الفاحشة فی قوم الا عمهم الله بالبلاء۔

”جس قسم میں بے حیائی عام ہو جائے اللہ اسے عمومی عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔“ (البدایة والنهایة، ٦: ٣٠٥)

دراصل حضرت ابو بکر صدیقؓ نے امت اسلامیہ کو رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد دلایا ہے:

لم تظهر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بها، الا فشا فیهم الطاعون والاوجاع التی لم تکن مضت فی اسلافهم الذین مضوا۔

”جس قوم میں بے حیائی پھیل جائے حتی کہ لوگ علی الاعلان بے حیائی کے مرتکب ہونے لگیں تو ان میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں جنم لیں گی جو پہلے لوگوں نے سنی تک نہ ہوں گی۔“ (سنن ابن ماجہ، حدیث ۴۰۱۹)

بلاشبہ بے حیائی لاعلاج معاشرتی برائی ہے۔ یہ کسی بھی معاشرے کی کمزوری اور خاتمے کا سبب ہے۔ کیونکہ جہاں بے حیائی عام ہو وہاں کسی چیز کی حرمت باقی نہیں رہتی۔ بے حیا معاشرے کی غیرت و حمیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ بے غیرتی پر راضی ہو جاتے ہیں۔ ایسا معاشرہ، شرم و حیا سے عاری اور وباؤں اور بیماریوں کی آماجگاہ بن کر زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔ دورِ حاضر میں لوگوں کی موجودہ حالت اس کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے امت کی اخلاقی اور دینی اقدار کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا۔ انھوں نے امت کو ہر

قسم کی پوشیدہ اور ظاہری بے حیائی سے بچایا اور اسے پاک صاف بنانے کی بھرپور کوشش کی۔ اس طرح ان کا مقصد یہ تھا کہ امتِ اسلامیہ مضبوط ترین ملت بنے جسے دنیاوی لذتیں گھیر سکیں نہ شیطان اسے گمراہ کرسکے۔ یوں امتِ اسلامیہ انسانیت کے لیے خیر و برکت کا باعث بنے۔

یقیناً کسی بھی مملکت کے قیام اور اس کی تہذیب کے فروغ و ترقی کا دار و مدار اخلاقی اقدار پر ہے۔ اگر اخلاقیات فاسد ہو جائیں، ذمہ داری کا فقدان ہو تو امت ضائع ہو جاتی ہے اور اس کا فساد اور ہلاکت عام ہو جاتی ہے۔ گزشتہ اقوام اور ان کی تہذیب کا بغور معائنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اقوام نے اخلاقی اقدار اور خالص دین پر کاربند رہنے کا کس قدر اہتمام کیا تھا، مثلاً: حضرت سلمان اور داؤد علیہما السلام کے دور کی تہذیب یا ذوالقرنین کے زمانے کی تہذیب یا ان جیسی دیگر قوموں کی تہذیب یعنی جب تک وہ اخلاقی اقدار کی حامل رہیں، مضبوط و قائم رہیں لیکن جب ان میں بے حیائی عام ہو گئی تو یہ تہذیبیں شیطان کے جال میں پھنس گئیں۔ انھوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور ہلاکت و بربادی کی خندق میں جا گریں، ان کی قوت نابود ہو گئی اور ان کی ثقافت کے نشان مٹ گئے۔

بلاشبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اقوام کی تعمیر و تخریب کا جائزہ لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے طریقوں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا۔ انھیں خوب علم تھا کہ جو اقوام عیش پرستی، فساد اور بے حیائی کی راہ اختیار کرلیتی ہیں وہ مٹ جاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا۔ (بنی اسرائیل، ١٧:١٦)

"اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم وہاں کے امراء اور خوشحال لوگوں کو (کوئی) حکم دیتے ہیں (تاکہ ان کے ذریعہ عوام اور غرباء بھی درست ہو جائیں) تو وہ اس (بستی) میں نافرمانی کرتے ہیں پس اس پر ہمارا فرمانِ (عذاب) واجب ہو جاتا ہے پھر ہم اس بستی کو بالکل ہی مسمار کر دیتے ہیں۔"

یعنی ہم اس قوم کو اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیتے ہیں اور گناہوں سے روکتے ہیں مگر وہ نافرمانی اور فسق وفجور میں لگ جاتے ہیں جس کے نتیجے میں عذاب بھیج کر انھیں ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اس آیت میں لفظ اَمَرْنَا کی ایک قرأت أَمَّرْنَا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ۵: ۵۸) یعنی ہم انھیں حکمرانی دے دیتے ہیں، پھر وہ نافرمانی اور فسق کی وجہ سے ہلاکت کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ ''ترف'' یعنی خوشحالی کے اسباب میں کثرتِ اموال اور حکمرانی بھی شامل ہے لیکن یہ ایک نفسیاتی حالت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے دور لے جاتی ہے۔ ہر آسودگی اور خوشحالی ''ترف'' نہیں ہوتی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جس طرح بے حیائی کے خلاف کوششیں کی تھیں، وہی پالیسی ہر مسلم حکمران کو اپنانی چاہیے کیونکہ ایک متقی، ذہین اور عادل حکمران وہ ہوتا ہے جو اپنی قوم کی تربیت اخلاقیات پر کرتا ہے۔ اسی صورت میں اس کی قوم انسانیت کا احساس کرنے والی ہوگی اور اس کی رگوں میں انسانیت کا غم رکھنے والا خون دوڑے گا۔ اس کے برعکس اگر حکمران دانشمندی سے محروم ہو تو وہ اپنی قوم میں بے حیائی پھیلاتا ہے اور اسے قانونی تحفظ فراہم کرتا ہے بلکہ اخلاقی اقدار اور عمدہ اوصاف کے خلاف برسرپیکار ہو جاتا ہے۔ یوں وہ اپنی قوم کو گندے اور بدبودار جوہڑوں میں چھوڑ دیتا ہے جو آوارہ جانوروں کی طرح زندگی گزارتے ہیں جن کا مقصدِ زندگی صرف ساز وسامان اور دنیاوی زیب وزینت ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کی قوم مردانگی اور جوانمردی کے اوصاف سے محروم ہو کر کمینی اور گھٹیا ترین قوم بن جاتی ہے۔ ایسی قوم کے بارے میں درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ بالکل سچ ثابت ہوتا ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔ (النحل، ۱۶: ۱۱۲)

"اور اللہ نے ایک ایسی بستی کی مثال بیان فرمائی ہے جو (بڑے) امن اور اطمینان سے (آباد) تھی اس کا رزق اس کے (مکینوں کے) پاس ہر طرف سے بڑی وسعت و فراغت کے ساتھ آتا تھا پھر اس بستی (والوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کے عذاب کا لباس پہنا دیا ان اعمال کے سبب سے جو وہ کرتے تھے۔"

یہ وہ چند تعلیقات ہیں جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خطبے پر لگائی گئی ہیں۔ اس خطبے میں انھوں نے اپنی حکومت کی پالیسی کا اعلان کیا ہے۔ اس میں انھوں نے حکمران کے فرائض اور عوام کے ساتھ اس کے تعلقات کی نوعیت بیان کی ہے۔ یوں آپ نے اپنے خطبے میں وہ اہم ترین اصول جو عوام کی تربیت کے لیے ضروری تھے، اجاگر کیے۔ اس طرح خلافتِ اسلامی قائم ہوئی اور عملی طور پر حکومت کی حدود و قیود کا تعین کیا گیا۔

خلاصۂ کلام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلامی حکومت کی تعمیر و ترقی کے لیے زبردست محنت کی، انھوں نے داخلی محکموں کی تعمیر کا بڑھ چڑھ کر اہتمام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر کردہ عظیم اسلامی مملکت کی راہ میں حائل ہونے والی ہر رکاوٹ دور کر دی۔ انھوں نے عوام کی فلاح و بہبود کے عظیم منصوبے شروع کیے۔ عدالتی نظام کو خوب مستحکم کر دیا۔ اپنے گورنروں کے معاملات کی بڑی نگرانی اور خبر گیری کی اور تمام پالیسیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہج کی پیروی کی۔

بھلا دورِ حاضر کی انسانیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان زریں قوانین سے کیا مناسبت رکھتی ہے؟ ان پاکباز ہستیوں کے بعد قومی خزانہ لوگوں کی ذاتی ملکیت کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور وہ جس طرح چاہتے ہیں اس میں تصرف کرتے ہیں۔ ان کے شاہانہ اخراجات کی کوئی حد نہیں، مزید ظلم یہ کہ بیرونی ممالک کے بینکوں میں ان کے خفیہ اکاؤنٹس ہیں۔ حتیٰ کہ کافر ممالک بھی انہی اموال پر عیش کر رہے ہیں، حالانکہ یہ مال غریب ممالک کے عوام کا ہے جو ان کے عیاش حکمرانوں نے لوٹ کھسوٹ کر کے ان بینکوں میں جمع کر رکھا ہے۔ یہ لوگ جتنا جی چاہے مال و دولت جمع کر لیں، بیرون ملک ان کے وسیع محلات اور جاگیریں چاہے جتنی بڑھ جائیں مگر وقت آنے پر یہ سب کچھ ان ظالموں کے لیے کافی نہیں ہو گا۔

مسلمان حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ اس جلیل القدر صحابیِ رسول کی اقتدا کریں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلامی مملکت کی باگ دوڑ سنبھالی تھی۔ حضرت ابو بکر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تاریخ کے صفحات پر اتنے جاندار اور شاندار کارنامے رقم کیے ہیں کہ آج انسانیت ترقی کے بامِ بلند پر پہنچ کر بھی یہی محسوس کرتی ہے کہ وہ ابھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدموں ہی میں پڑی ہے۔

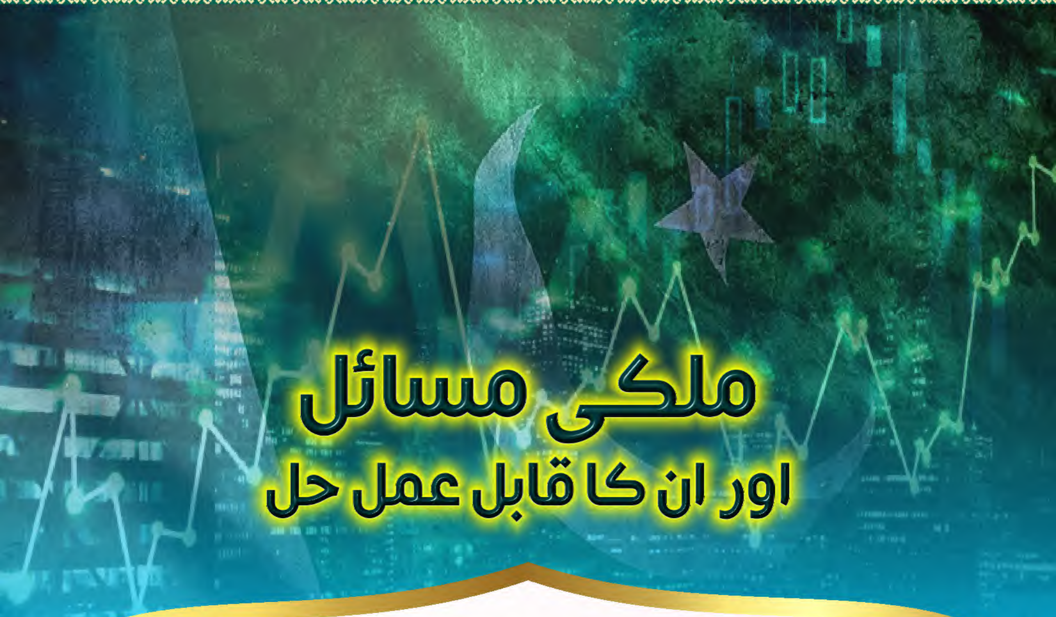

ملکی مسائل اور ان کا قابل عمل حل

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

مملکتِ خداداد پاکستان اس وقت بہت سے معاشرتی، معاشی، سیاسی اور اخلاقی مسائل کا شکار ہے۔ ان مسائل کو اگر الگ الگ بیان کیا جائے تو یہ ایک طویل فہرست ہے لیکن اگر ہم پاکستان کے درج ذیل صرف تین اہم بڑے مسائل کو حل کر لیں تو ہم اپنے مسائل پر کافی حد تک قابو پا سکتے ہیں:

ا۔ پاکستان کے اہم ترین مسائل میں سے سرِ فہرست مسئلہ گورننس (طرزِ حکمرانی) کا ہے۔ بنیادی طور پر ہر چیز اس سے وابستہ ہے۔

۲۔ دوسرا اہم ترین مسئلہ معیشت کی زبوں حالی ہے۔

۳۔ تیسرا اہم ترین مسئلہ اخلاق و نظریہ کا فقدان ہے۔

اسی ترتیب سے اگر ان تینوں امور کے حل کی طرف متوجہ ہوا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستانی قوم میں اتنی قابلیت ہے کہ وہ ان تمام حالات سے نبرد آزما ہو کر از سرِ نو اپنے آپ کو مستحکم کر سکتی ہے، پاکستان کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل کر سکتی ہے اور جس مملکت کا خواب علامہ اقبال اور قائد اعظم نے دیکھا تھا، اسے شرمندۂ تعبیر کر سکتی ہے۔

ا۔ گورننس (طرزِ حکمرانی) کی اصلاح

ملکِ پاکستان کی ترقی میں ایک بڑی رکاوٹ اچھی گورننس (طرزِ حکمرانی) کا نہ ہونا ہے۔ اگر اسے بہتر کر لیا جائے تو تمام مسائل کا حل ممکن ہے۔ اس کے لیے سب سے پہلا قدم Consistency

(پالیسیز کا تسلسل) of policies ہے۔ یہ ایک ایسی کلید ہے جو اقوام اور ممالک کو بناتی بھی ہے اور تباہ بھی کرتی ہے۔ پاکستان کا سب سے زیادہ نقصان consistency of policy کے نہ ہونے نے کیا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے اس مثال میں غور کریں کہ اگر کسی ادارے کے سربراہ کو ہر سال بدلیں گے تو وہ ادارہ ترقی نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس اگر کوئی اہلیت والا سربراہ طویل عرصہ اس ادارے کی بہتری اور ترقی کے لیے میسر آجائے تو لامحالہ اپنی پالیسیز میں تسلسل کے ساتھ اس ادارے کو معیاری ادارہ بنا دیتا ہے۔ یہی صورتحال ممالک کی بھی ہوا کرتی ہے۔ ہمارے ہاں بد قسمتی سے ہر اڑھائی تین سال بعد حکومت تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہر نئی آنے والی حکومت پچھلی حکومت کے اقدامات کو کالعدم قرار دے دیتی ہے اور نئے فیصلے اور اعلانات کرتی ہے۔ ڈیڑھ دو سال میں ان پالیسیز کی قوم کو پوری طرح سمجھ نہیں آئی ہوتی کہ نئی حکومت آجاتی ہے اور پچھلی پالیسیز کو ختم کرتے ہوئے نئے اقدامات اٹھاتی ہے۔ اس طرح یہ سلسلہ ہمارے ہاں برسوں سے چلا آرہا ہے۔

بہت سارے ممالک مثلاً ساؤتھ کوریا، چین، ملائیشیا وغیرہ نے ہمارے ساتھ اپنی ترقی کا سفر شروع کیا، ان ممالک کا بغور جائزہ لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کم از کم تیس سے پینتیس سال کی اکنامک ڈویلپمنٹ پالیسیز بنائیں اور ایسے فورمز کی بنیاد رکھی کہ سیاسی سرگرمیاں اور تبدیلیاں ان پالیسیز کے تسلسل کو متاثر نہیں کرتیں۔ ان ممالک میں سیکیورٹی کونسل، نیشنل پالیسی کونسل، اکنامک کونسل اور اس طرح کے مختلف ناموں سے فورمز موجود ہیں۔ انڈیا نے اپنی آزادی کا سفر ہمارے ساتھ شروع کیا۔ 1947ء سے 1992ء تک تسلسل کے ساتھ انہوں نے ایک پالیسی قائم رکھی اور اس عرصہ کے دوران انہوں نے اپنی انڈسٹریز کو ترقی دی۔

جبکہ ہمارے ہاں پالیسیز کی تبدیلی اس کثرت سے ہوئی ہے کہ اس طرزِ عمل نے ہمیں ترقی کے راستے پر گامزن ہی نہیں ہونے دیا۔ اس لیے ضروری ہے کہ سیاسی عدمِ استحکام کو ختم کیا جائے۔ انتخابات اور دیگر سیاسی و انتخابی معاملات جمہوری انداز سے بے شک چلتے رہیں لیکن کچھ ایریاز ایسے ضرور ہونے چاہئیں کہ جنھیں پاکستان کے تمام سٹیک ہولڈرز مل کر ایسا تحفظ مہیا کردیں کہ اگلے بیس تیس سال ان پالیسیز کو کوئی بھی حکومت تبدیل نہ کر سکے۔ یہ تسلسل بذاتِ خود ملک کو مضبوط کرتا رہے گا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کی بنیادی وجہ سیاسی ناپختگی (Political Immaturity) ہے کہ ایک سیاسی جماعت دوسری جماعت کو اپنا دورانیہ پورا نہیں کرنے دیتی اور پھر جب اس کا دورِ حکومت آتا ہے تو پہلی جماعت اپوزیشن میں نہیں بیٹھنا چاہتی۔ پارلیمنٹ کے اندر اور پارلیمنٹ کے باہر ساز باز اور گٹھ جوڑ کے ذریعے حکومتوں کو گرایا جاتا ہے۔ یہ دراصل اقتدار کی لالچ کا

شاخسانہ ہے۔ جب تک پاکستان کی سیاسی جماعتیں اپنے اندر سیاسی پختگی اور شعور پیدا نہیں کرتیں اور ان بہت سارے بحرانوں کے نتیجے میں ملک کے نقصانات کو نہیں سمجھتیں، اس وقت تک استحکام نہیں آسکتا۔

سیاسی جماعتوں کو اپنی غلطیوں سے سیکھنے اور سیاسی پختگی اور شعور حاصل کرنے میں ایک وقت لگے گا، تب تک ملک کے تمام سٹیک ہولڈرز؛ سپریم کورٹ آف پاکستان، وفاقی اور صوبائی حکومتیں، سیاسی جماعتیں، ٹیکنوکریٹس، ماہرین، دانشور، صنعت کار، چیمبرز آف کامرس یہ سارے مل کر اتفاق سے اسی طرح کوئی کونسل قائم کریں جس طرح اتفاق رائے سے نیشنل سیکیورٹی کونسل قائم کی گئی ہے یا نیشنل سیکیورٹی کونسل ہی کے دائرہ کار کو وسیع کرلیں اور اس کے اندر انرجی، آئی ٹی، ایگریکلچر، ٹیکسٹائل اور اس طرح کے دیگر بڑے سیکٹرز کو شامل کرلیں اور ان تمام میادین میں ملکی مفادات کے مطابق پالیسیز بنا کر 20/10 سال کے لیے انھیں اس کونسل کے تحت کر دیا جائے۔ اس کونسل میں عہدوں کی تبدیلیاں بے شک ہوتی رہیں لیکن پالیسی کے تسلسل کو کوئی حکومت روک نہ سکے۔ اس طرح ایک طرف سیاسی جماعتیں اپنی غلطیوں سے سیکھتے سیکھتے خود سیاسی لحاظ سے باشعور ہو جائیں اور دوسری طرف حکومت اور دیگر سٹیک ہولڈرز ملکی مفادات پر مبنی پالیسیز کو تسلسل کے ساتھ جاری رکھیں تو پالیسیز میں یہ تسلسل پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔

۲۔ معاشی زوال کی بنیادی وجہ بیرونی قرضے ہیں

ہمارا دوسرا اہم مسئلہ معیشت کی زبوں حالی ہے۔ معیشت کی ترقی کے لیے بیرونی قرضوں سے نجات ضروری ہے۔ بنیادی طور پر ممالک کے اوپر قرضے ہوا کرتے ہیں۔ جب کسی ملک کی بنیادیں رکھی جاتی ہیں تو وہ ملک پہلے دن سے ہی معاشی طور پر مستحکم نہیں ہوتا لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ پاکستان مسلسل بیرونی قرضوں کے نیچے دبتا چلا جا رہا ہے اور پھر اس میں نہ صرف تسلسل سے اضافہ ہو رہا ہے بلکہ سود بھی دینا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں جن اداروں سے قرض حاصل کرتے ہیں، ان کی سخت پالیسیز اور پابندیوں کو بھی ماننا پڑتا ہے۔ یہ عمل بھی ہماری آزادی اور معاشی ترقی کو متاثر کرتا ہے۔

آئی ایم ایف، پیرس کلب اور دیگر ادارہ جات پر اپنی معیشت کے حوالے سے اعتراض، غصہ اور بھڑاس نکالنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ان اداروں کا بزنس اور کاروبار ہے۔ یہ فیصلہ ہم نے کرنا ہے کہ کیا ہمیں ان سے وہ سروسز لینی ہیں یا نہیں لینی؟

(ا) قرض سے نجات کا ماڈل

ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے اور بیرونی قرضوں سے نجات کے لیے میں نے مسلم کامن

وقف کا ماڈل پیش کیا ہے اور اسے مختلف نیشنل اور انٹر نیشنل پلیٹ فارمز پر بیان بھی کر چکا ہوں۔ کئی ممالک بشمول ملائیشیا اور انڈونیشیا میں اس ماڈل کو پذیرائی بھی حاصل ہوئی۔ پاکستان کے لئے میں نے نیشنل کامن وقف پول کا نام تجویز کیا ہے۔ وقف (endowment) درحقیقت اسلامک سوشل فنانس کا ایک ٹول ہے۔ یہ اسلامی تاریخ کے اندر ایک مؤثر چیز اور لائحہ عمل ہے جو مسلم ممالک کو معاشی طور پر مستحکم کرتا رہا ہے۔ آج بھی ملائیشیا اور کئی وسطی ایشیائی ممالک کے اندر اسے استعمال کر کے بڑے بڑے اقدامات کیے گئے۔ جامعہ الازہر جیسے ادارے وقف سے قائم ہیں۔ ترکی میں بڑی بڑی جامعات، ہسپتال وقف سے بنائے گئے ہیں۔ ملائیشیا کے اندر پل، روڈ انفراسٹرکچر، ہسپتال، جامعات اور بہت کچھ وقف سے بنایا جاتا ہے۔

بنیادی طور پر اس ماڈل کے تحت ایک فنڈ قائم کیا جاتا ہے اور پھر اس فنڈ کو قوم و ملک کی بہتری کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ جبکہ ہم عوامی فلاحی منصوبوں کے لیے یہ کرتے ہیں ہم سود پر دیگر ممالک سے پیسہ لیتے ہیں، ان کی سرمایہ کاری کرواتے ہیں اور پھر بھاری سود کی قسطوں کے ساتھ مسلسل واپس کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح ہم کبھی قرضوں سے نجات پا سکیں گے اور نہ ہی ترقی کی طرف سفر کر سکیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم وقف فنڈ قائم کریں۔

ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس فنڈ کے لیے پیسہ کہاں سے آئے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے ہمیں جتنے بھی صدقہ و خیرات کے طریقے بیان کیے ہیں، مثلاً: زکوٰۃ، صدقہ و خیرات، وہ جائیداد اور مال جو لوگ وقف کر دیتے ہیں، بہت ساری انڈسٹریز ہیں جو کسی نیک مقصد پر خرچ کرنا چاہتی ہیں، انھیں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان کے اندر بہت پیسہ ہے، اوورسیز پاکستانیوں کے پاس بہت پیسہ ہے۔ ان کو ضرورت صرف اعتماد کی ہے کہ ان کا بھیجا ہوا پیسہ صحیح استعمال میں آئے۔

یہ ایک آزادانہ وقف ہو جس کے احتساب کا بھی ایک مؤثر نظام ہو اور لوگوں کو بھی اس پر اعتماد ہو۔ اس ادارہ کی آزادانہ شناخت ہو، یہ براہ راست حکومت کا ادارہ نہ ہو۔ اس فنڈ کی گورننگ باڈی غیر متنازع، صاف ستھرے اور اہل لوگوں پر مشتمل ہو جو اس کے انتظام و انصرام کو چلائے تو اس ماڈل کے ذریعے ہم اپنے معاشی مسئلہ کو حل کرتے ہوئے ترقی کی جانب گامزن ہو سکتے ہیں اور بیرونی قرضوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

اس وقف فنڈ سے انفراسٹرکچر ڈویلپمنٹ ہو، سڑکیں، ہائی وے، ہسپتال اور جامعات اس فنڈ سے قائم ہوں۔ اس فنڈ کے ذریعے حکومت کے سالانہ بجٹ کے خسارے کو پورے کرنے کے لیے حکومت کو بلاسود قرض دیا جائے، اس کے ذریعے حکومت سرمایہ کاری کرے اور اسی وقف فنڈ کے ذریعے قرض

کی ادائیگی کے سلسلے میں بھی حکومت کی مدد کی جائے۔ اگر حکومت پاکستان ان لوگوں کو جمع کرکے ان کی گورننس میں اس ادارے کو قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے تو پاکستان کے اندر موجود ہر صنعت کار، کاروباری شخصیت، پیسہ رکھنے والا طبقہ معاونت کے لیے آگے آجائے گا اور پاکستان کے اندر باضابطہ ایک بہت بڑا فنڈ قائم ہو جائے گا۔ اس طرح ہمیں اپنی معیشت کا پہیہ چلانے اور ملکی ترقی کے لیے دیگر ممالک کی طرف نہیں دیکھنا پڑے گا اور ہمارے قرض کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ ایک حل یہ بھی ہے کہ وہ ادارے اور ممالک جنھوں نے ہمیں قرض دے رکھا ہے، ان سے ڈائیلاگ کرکے قرض کو اور سرمایہ کو equity میں تبدیل کریں۔ ان کو شیئرز دیں تاکہ سود کے سلسلہ میں کی جانے والی ادائیگیاں کسی حد تک کم ہوں اور بالآخر اس سے خلاصی ممکن ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اس فنڈ کو بھی قائم رکھیں تاکہ ہمیں آئندہ قرض کی طرف نہ جانا پڑے۔

ہمارے ہاں ideas بہت اچھے بنتے ہیں لیکن عملدرآمد نہیں ہوتا۔ ہم اچھے Ideas کو بھی عمل میں ڈھالنے میں اس لیے ناکام ہو جاتے ہیں کہ جنھوں نے رائے دی ہوتی ہے، انھیں اس پراجیکٹ سے باہر کر دیا جاتا ہے اور نئے لوگوں سے عملدرآمد کروایا جاتا ہے۔ وہ Idea کی ایسی شکل بنا دیتے ہیں کہ جس سے وہ idea بھی پِٹ جاتا ہے اور اس سے نتائج بھی پیدا نہیں ہوتے۔

ان تمام کاموں کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان کے اندر ڈائیلاگ کے باضابطہ فورم موجود ہوں۔ عموماً پاکستان کے اندر ایسے فورم موجود نہیں جہاں پر کارآمد مکالمے ہوں۔ اگر حکومت چاہے تو وہ کسی سے کسی خاص موضوع پر خاص احباب سے رابطہ کرتی ہے اور وہ لوگ تحریری طور پر حکومت کو اس موضوع پر کوئی پالیسی اور آئیڈیا دے دیتے ہیں۔ یہ بھی تب ممکن ہوتا ہے جب حکومت کو سیاسی معاملات سے کچھ فرصت ہو۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں حکومت کو سیاسی معاملات سے فرصت نہیں کہ اس طرح کے ادارہ جات یا افراد سے رابطہ کرکے پالیسی میکنگ کر سکیں۔

اسی طرح ہماری حکومتیں دوسرے ممالک کے برعکس یونیورسٹیز اور ریسرچ سنٹرز کے ساتھ کام بھی نہیں کرتیں۔ اس صورت حال میں اپنا کردار ادا کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے کہ مختلف فورمز اور کانفرنسز کی شکل میں پاکستان کے اندر اور پاکستان سے باہر جہاں ہمارے حکومتی نمائندے بھی بیٹھے ہوتے ہیں، اس قسم کی پالیسیز تحریر اور خطابات کی شکل میں پیش کی جائیں۔ میں نے جس جگہ پر یہ ماڈل پیش کیا، وہاں پر پاکستان کے ذمہ دار حکومتی نمائندے اور دیگر ممالک کے نمائندے بھی موجود تھے۔ پاکستان کے احباب یہ سب سن کر چلے گئے لیکن انڈونیشیا، ملائیشیا اور کچھ دیگر ممالک کے نمائندوں نے اس کانفرنس کے بعد مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے انھیں یقین دہانی کروائی کہ ان کے ملک

کے تناظر میں کام کرکے انھیں مہیا کردوں گا۔ اس حوالے سے ابھی ہماری گفتگو جاری ہے۔ پاکستانی حکومت کی طرف سے اس حوالے سے کچھ رابطہ نہیں ہوا۔ کچھ عرصہ قبل ایشین ڈویلپمنٹ بینک سے کچھ احباب تشریف لائے اور انھوں نے اس ماڈل اور آئیڈیا کے اندر دلچسپی ظاہر کی۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ دوسرے لوگ تو اس ماڈل سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں مگر ہمارے صاحبانِ اقتدار جاننے کے باوجود اسے فراموش کررہے ہیں۔

(۲) بے روزگاری کے تدارک کے ماڈل

ہمارے تعلیمی ادارہ جات بے روزگار پیدا کرنے کے ادارے بن چکے ہیں۔ ملک سے بے روزگاری ختم کرنے کے لیے درج ذیل دو اقدامات کی اشد ضرورت ہے:

ا۔ Capacity bulding کی ضرورت۔ ہماری انڈسٹریز میں تعلیمی ادارہ جات سے نکلنے والے طلبہ کو Accomodate کرنے کی گنجائش موجود نہیں ہے۔ اس حوالے سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلہ میں اہم سوال یہ ہے کہ تعلیمی ادارے اس حوالے سے کیا کرسکتے ہیں؟ میرے خیال میں تعلیمی اداروں اور صنعتی اداروں کا ایک سمت میں پر ہونا صرف پاکستان کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ بین الاقوامی مسئلہ ہے۔ امریکہ، یورپ، آسٹریلیا اور دیگر ممالک کے تعلیمی ادارے بھی انڈسٹریز کے مطابق 100 فیصد افرادی قوت پیدا نہیں کررہے۔ اس لیے اس مسئلہ کو بین الاقوامی سطح پر زیرِ بحث آنا چاہیے۔ پاکستان میں یونیورسٹیز باقاعدہ ایک حکومتی ادارہ کے تحت چلتی ہیں۔ وہ بہت کچھ چاہنے کے باوجود بھی بہت ساری تخلیقی سرگرمیاں نہیں کرسکتی جو اس طرح کے خلا کو پر کرسکیں۔ دوسرے ممالک میں حکومتیں تعلیمی اداروں کو آزادی دیتی ہیں کہ وہ مارکیٹ اور انڈسٹریز کی ضرورت کے مطابق نئے نئے پروگرامز کو متعارف کروائیں اور انڈسٹری کی ضرورت کو پورا کریں۔ لہذا جونہی کوئی طالب علم گریجوایٹ ہو تو انڈسٹری اس کو فوراً کسی ذمہ داری پر فائز کردیتی ہے۔ پاکستان میں کوئی بھی نیا پروگرام لے آئیں تو عموماً اس کو منظور کروانے کے لیے ڈیڑھ دو سال لگ جاتے ہیں اور اس پروگرام کو اتنا عرصہ اختیار نہ کرنے کے سبب ہم دنیا میں اس حوالے سے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔

اس صورت حال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں انڈسٹریز تعلیمی اداروں کے ساتھ تعاون کریں اور اپنی عملی ضروریات کے مطابق تعلیمی اداروں کے ساتھ نصاب سازی کے مرحلہ سے ساتھ شریک ہوں اور تعلیم دورانیہ میں ہی طلبہ کو اِن کا پریکٹیکل کروایا جائے تاکہ بعد ازاں بچوں کو ٹریننگ کی ضرورت نہ پڑے اور یونیورسٹی سے فارغ ہوتے ہی انہیں روزگار مل جائے۔

۲۔ بے روزگاری ختم کرنے کے لیے دوسرا اقدام entrepreneurship ہے یعنی چھوٹے کاروبار کو فروغ دینے کی ضرورت ہے تاکہ نوجوان خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں اور انھیں کسی پر انحصار نہ کرنا پڑے۔ پاکستان میں کم و بیش 85 لاکھ بے روزگار ہیں اور تقریباً نو کروڑ سے زائد افراد خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ ان تمام افراد کو روزگار فراہم کے لیے اس سسٹم میں گنجائش نہیں ہے۔ یہ مسئلہ مکمل طور پر تب حل ہو گا جب اپنا روزگار ہو گا۔ عوام کچھ نہ کچھ خود کرے اور دیگر ادارے بھی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اس کام میں اپنا حصہ شامل کریں۔

اس کے لیے میں نے زکوٰۃ اور مائیکرو فنانس کے نام سے چند سال قبل ایک ماڈل پیش کیا تھا۔ اس ماڈل کا خلاصہ یہ ہے کہ 2020ء کے مطابق پاکستانی عوام سے حکومت تقریباً ساڑھے سات ارب روپے زکوٰۃ جمع کرتی ہے۔ اگر کارکردگی کو تھوڑی سا بہتر کیا جائے تو تقریباً دس ارب روپے حاصل ہو سکتے ہیں۔ حکومت اس زکوٰۃ کو اس طرح تقسیم کرتی ہے کہ وہ کچھ حصہ مستحق افراد میں تین تین ہزار روپے کرکے کمیٹیوں کے ذریعے تقسیم کر دیتی ہے، کچھ حصہ یتیم بچیوں کی شادیوں یا اس طرح کی دیگر مدات میں خرچ کر دیا جاتا ہے لیکن بہت سارا پیسہ کرپشن کی نذر ہو جاتا ہے۔ میں نے تجویز کیا ہے کہ پبلک اور پرائیویٹ پارٹنر شپ (سمیڈا، این جی اوز، نجی اداروں) کو ملا کر دس ارب روپے کا ایک فنڈ قائم کیا جائے۔ یعنی ایک زکوٰۃ پول ہو اور اس سارے فنڈ کو زکوہ پول کی مِلکْ (ملکیت) میں دے دیا جائے۔ یہ زکوٰۃ فنڈ کسی اور مصرف میں استعمال نہیں ہو گا۔ اس کے مصارف وہی رہیں گے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمائے ہیں۔ لیکن اس کا طریقہ کار مختلف ہو گا۔

اس فنڈ کی Re-financing کی جائے اور سالانہ بنیادوں پر اڑھائی لاکھ روپے فی حصہ کی شکل میں چالیس ہزار افراد میں چھوٹے چھوٹے کاروبار کے آغاز کے لیے بلاسود قرض کے طور پر تقسیم کر دیا جائے۔ ان دو اڑھائی لاکھ روپے سے وہ طلبہ جو فری لانسنگ سے وابستہ ہیں، وہ لیپ ٹاپ لے سکتے ہیں، دیگر آلات لے سکتے ہیں یا چھوٹا بزنس، سٹال، رکشہ، فوڈ ڈیلوری وغیرہ شروع کر سکتے ہیں، علاوہ ازیں بھی بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح ایک سال میں چالیس ہزار غریب بے روزگاروں کو برسرِ روزگار کر دیا جائے۔

پانچ سال کی مدت کے لیے دیے گئے اس قرضِ حسنہ کی واپسی کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ ہر ماہ تقریباً 4166 روپے واپس کیے جائیں گے۔ اتنی ماہانہ قسط کسی پر بوجھ بھی نہ ہوگی۔ اگلے پانچ سال میں یہ رقم اس زکوٰۃ پول میں واپس آجائے گی۔ اگلے سال کے آخر میں اس فنڈ میں دو ارب بصورتِ واپسی قرضہ موجود ہوگی اور دوبارہ سے دس ارب یا اس سے زائد رقم حکومت زکوٰۃ کی مد میں جمع کر کے اس پول میں رکھے گی۔ اس طرح اب اس پول میں 12 ارب روپے کی خطیر رقم موجود ہوگی۔ پچھلے سال اگر اس فنڈ سے چالیس ہزار لوگوں کی مدد کی تھی تو اگلے سال اس سے زائد لوگوں کی مدد ممکن ہو سکے گی۔ اس طرح پانچ سال میں تقریباً تین لاکھ لوگوں کو روزگار مہیا کر دیا جائے گا اور دوسری طرف یہ لوگ زکوٰۃ لینے والوں کی فہرست سے بھی نکل جائیں گے۔

☆ اس کے علاوہ ایک اور صورت یہ ہے کہ پورے ملک میں NGO's اور انفرادی طور پر عوام بھی رمضان المبارک میں زکوٰۃ تقسیم کرتی ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق یہ رقم ایک ہزار ارب روپے بنتی ہے جو پاکستان سے ہی پیدا ہو کر پاکستان میں ہی تقسیم ہوتی ہے۔ ہر کوئی اپنی مرضی سے کچھ نہ کچھ کرتا ہے لیکن منظم انداز میں نہ ہونے کے سبب یہ سب کسی ایک بڑے مقصد کے لیے استعمال نہیں ہو رہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت پر لوگوں کو اعتماد نہیں ہے۔ اگر سب لوگ اپنے اپنے طور پر زکوٰۃ کی رقم تقسیم کرنے کے بجائے اس زکوٰۃ پول کے ذریعے منظم ہوں تو اس صورت میں پانچ سال میں تین کروڑ ملازمتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ملک میں نو کروڑ افراد خطِ غربت سے نیچے ہیں، پچاسی لاکھ بے روزگار ہیں تو اب اس طریقے سے تین کروڑ لوگوں کی مالی طور پر معاونت ہو رہی ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ Brain Drain کا عمل رک جائے گا۔ 2023ء میں 16 لاکھ سے زائد لوگ پاکستان چھوڑ گئے، اس اقدام سے یہ شرح بھی کم ہوگی۔ جب لوگوں کے پاس خرچ کرنے کے لیے وسائل ہوں گے تو ملک کی معاشی حالت دن بہ دن بہتر ہوتی چلی جائے گی۔

۳۔ تعمیرِ اخلاق اور تعلیمی نظام کی اصلاح

پاکستان کے اہم ترین مسائل میں سے تیسرا اہم مسئلہ اخلاق و نظریات کا ہے۔ اخلاقیات کو بہتر

کرنے اور سنوارنے کا آغاز تعلیم سے ہوتا ہے۔ ہمارا تعلیمی نظام ایک انقلابی تبدیلی کا متقاضی ہے۔ پاکستان کے اندر تعلیم مہیا کرنے والے دو بنیادی طبقات ہیں:

۱۔ سیکولر، ماڈرن ادارہ جات جن میں سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز

۲۔ مذہبی ادارے اور علماء کرام

ان دونوں اداروں میں اصلاحات اور ریفارمز کی اشد ضرورت ہے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے یونیورسٹیز اور کالجز کے طلبہ میں بے مقصدیت پیدا ہو گئی ہے اور کسی بھی قوم کو تباہ کرنے کے لئے یہ ایک بہت بڑا زہر قاتل ہے۔ جب بھی زندگی میں بے مقصدیت آجائے تو اس خلاء کو مادیت پرستی اور مادی افکار جکڑ لیتے ہیں۔ نتیجتاً نظریہ، مذہب اور اخلاق پیچھے رہ جاتے ہیں کیونکہ ان مادی خواہشات اور مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے کوئی حدود و قیود نہیں ہیں۔ بنیادی طور پر اخلاق اور اقدار ہی وہ حدود و قیود ہوا کرتی ہیں جو انسان کو بے مقصدیت اور بے جا خواہشات سے روکتی ہیں اور مذہب ان حدود یعنی اخلاق اور اقدار کو مقرر کرتا ہے اور انسان کو محدود کرتا ہے۔ بدقسمتی سے اس بے مقصدیت نے نوجوانوں کے اخلاقی معیار کو نیچے لانے میں کردار ادا کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان ادارہ جات کے اندر تعلیمی اسناد کے ساتھ ساتھ اخلاقی معیار کو بہتر کرنے پر بھی توجہ مبذول کی جائے۔

فروغِ تعلیم میں مصروف دوسرا طبقہ مذہبی طبقہ ہے۔ بدقسمتی سے حالات سے مایوس اور بے مقصدیت کا شکار طلبہ و طالبات جب مذہبی طبقے کی طرف دیکھتے ہیں تو یہ طبقہ انھیں فرقہ وارانہ مباحث میں مبتلا نظر آتا ہے۔ نوجوان نسل جب مذہبی طبقہ کو اس حال میں دیکھتی ہے کہ وہ امت بالخصوص نوجوان نسل کو عمل کی طرف راغب کرنے، ان کے ڈپریشن کو ختم کرنے اور انھیں روحانی طور پر بلند کرنے کے بجائے ایک دوسرے پر فتوے لگانے، طعن زنی کرنے اور ایک دوسرے کے مسلک کی کمزوریوں کو اجاگر کرنے میں مصروف ہیں تو وہ ان کی طرف جانے کا خیال بھی دل سے نکال دیتے ہیں۔ اب ان کے پاس ڈپریشن میں جانے، مایوسی یا بغاوت کرنے کے سوا کوئی اور چارا نہیں ہوتا۔ اس ساری صورتِ حال میں دونوں طبقات کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے۔ اگر گورننس مضبوط ہو تو ان دونوں طبقات کو بھی اچھے اور منظم طریقے سے چلایا جاسکتا ہے۔ جیسے ملائیشیا اور کئی دیگر ممالک کے اندر ہوتا ہے لیکن چونکہ ہمارے پاس گورننس کا شعبہ کمزور ہے، اس وجہ سے یہ دونوں طبقات آزاد نظر آتے ہیں اور معاشرے کے اندر غیر ارادی طور پر خرابی کے ذمہ دار قرار پاتے ہیں۔

یاد رکھیں! معاشرتی تربیت کا آغاز تعلیمی اداروں سے ہوتا ہے۔ معاشرتی تربیت کو کلیتاً مذہبی رہنماؤں اور علماء کی ذمہ داری قرار دے کر بری الذمہ بھی نہیں ہوا جا سکتا۔ ہم نماز جمعہ کے لیے آدھے

گھنٹے کے لیے جاتے ہیں اور خطیب کی گفتگو کو یا تو نظر انداز کردیتے ہیں یا کچھ دیر کے لیے یاد رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ سوشل میڈیا کے ذریعے متنازع امور پھیلنے کے سبب لوگ مذہب سے دوری اختیار کررہے ہیں۔ تعلیمی ادارے، میڈیا اور ہمارے گھر ہماری تربیت گاہیں ہیں۔ یہاں سے اقوام کی تربیت ہوتی ہے۔ عمل قوم کے اندر کتب کے ذریعے نہیں بلکہ تربیت کے راستے سے داخل ہوتا ہے۔ کتب سے صرف مذہبی رسومات کی اہمیت کو اجاگر کرسکتے ہیں اور لوگوں کے لیے اسے سمجھنا آسان ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی مذہبی رسوم کو کس طرح ادا کریں۔ لیکن مذہب کو ایک طرزِ حیات (لائف سٹائل) کے طور پر اپنانا، مذہب کی بتائی ہوئی اخلاقیات کو اختیار کرنا اور اخلاقی حدود و قیود کے مطابق زندگی گزارنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ سب تربیت سے ہی ممکن ہے۔ افسوس کہ ہم نے تربیت کے عمل کو کلیتاً ختم کردیا ہے۔

آج تعلیمی ادارے تربیت کرتے ہیں اور نہ حکومت اس قابل ہے۔ سنگاپور جیسی حکومت کے سربراہان ہفتہ وار نیشنل ٹی وی پر جب لیکچر دیتے تھے تو وہ قوم کے ساتھ کھانے، پینے، لباس اور باہمی ادب و احترام کے موضوعات پر بھی گفتگو کرتے تھے۔ جب یہ طرزِ عمل ہو تو قومیں بنتی ہیں۔ آقا علیہ السلام نے بطورِ سربراہ مملکت اٹھنے، بیٹھنے یہاں تک کہ کپڑے کے رنگ کے انتخاب پر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی۔ ان چیزوں سے قومیں بنتی ہیں۔ ہمارے ہاں اس چیز کا فقدان ہے۔ ہمارے ہاں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج و عمرہ کی صورت میں عبادات بھی جاری ہیں لیکن روزمرہ امور کے اندر دھوکہ دہی اور فریب بھی ہے۔ ہم اپنے لائف سٹائل کو مذہب سے لاتعلق کردیتے ہیں۔ معاشرتی تربیت نہ ہونے کے سبب ہمارے ذہنوں میں یہ تصور پیدا ہوگیا ہے کہ شاید صرف نماز، روزہ ہی مذہب ہے اور لائف سٹائل کا تعلق مذہب سے نہیں ہے۔ اس تصور کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر لمحہ لامذہبیت کا فتنہ سوشل میڈیا کے ذریعے بڑھ رہا ہے۔ ہم بطور پاکستانی تشکیک کا شکار (Confused) قوم ہیں۔ ایک طرف ہم مذہب پر طعن کے تیر برساتے ہیں کہ مذہب ایسا ہے، دقیانوس ہے اور یہ ہمیں دنیاوی حوالے سے ترقی نہیں کرنے دیتا اور پھر اسی بناء پر ہم مذہبی تعلیمات پر عمل بھی ترک کردیتے ہیں۔ دوسری طرف سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس مذہب نے ہمیں اخلاقیات دینی ہیں، حدود مقرر کرنی ہیں، ہم اسے ہی ترک کردیتے ہیں اور پھر اس کے بعد روتے بھی رہتے ہیں کہ ہماری اخلاقیات تباہ ہوچکی ہیں۔ ملک کے اندر ترقی یا تو اخلاقیات کے راستے آتی ہے یا روایات اور ثقافت سے یا مذہب سے آتی ہے۔ جیسے جاپان، وہاں مذہب نہیں لیکن وہاں اخلاقیات اور روایات کے ذریعے ترقی آئی۔ ہم نے روایات کو بھی چھوڑ دیا، ثقافت بھی مخصوص نہیں ہے اور مذہب سے بھی پیچھا چھڑانے پر تلے ہیں۔ اس صورتِ حال میں ترقی کیونکر ممکن ہے۔

(جاری ہے)

ماحولیاتی تغیرات کے اسباب و اثرات اور اسوۂ نبوی ﷺ سے رشد و ہدایت

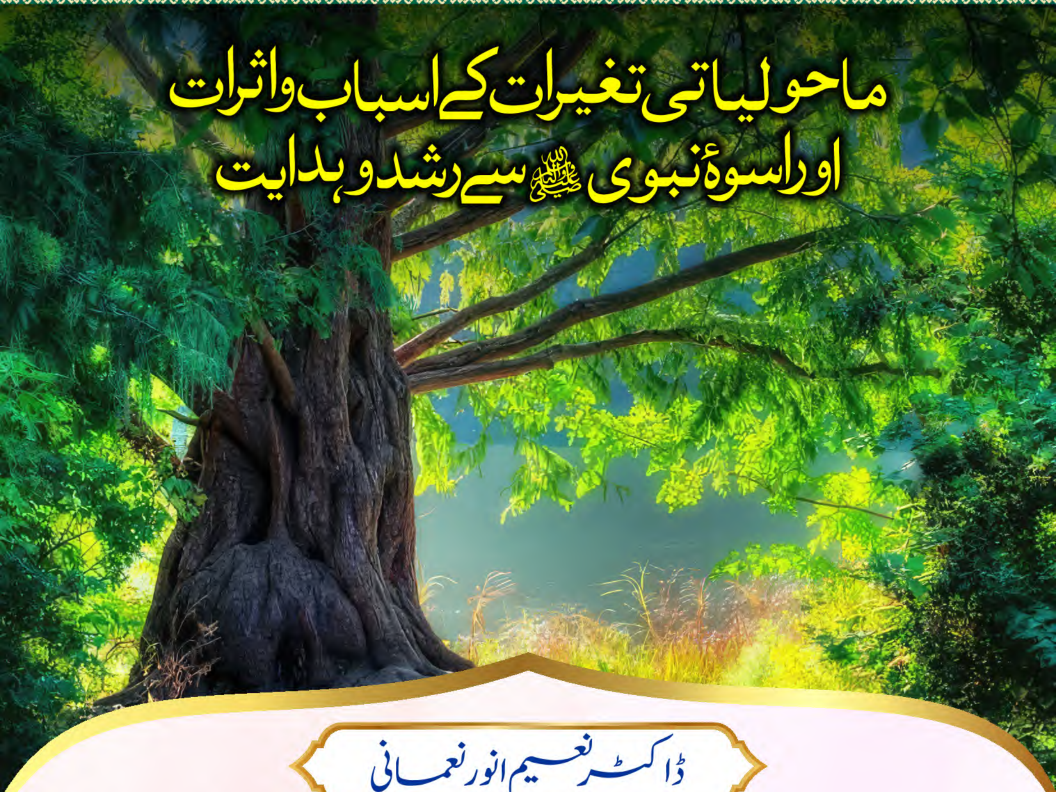

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

بنی نوعِ انسان اس وقت جہاں دیگر کئی مسائل سے بر سرِ پیکار ہے وہیں اسے ماحولیاتی و موسمیاتی تغیر کا بھی سامنا ہے۔ جس کے سبب حیاتِ انسانی ایک بہت بڑے نقصان سے دوچار ہو رہی ہے۔ کسی بھی علاقے کی آب و ہوا اس کے ماحول پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر آب و ہوا صاف ہے اور اس میں کسی قسم کی آلودگی و آلائش شامل نہیں ہے تو انسانوں اور اس کے ارد گرد کے ماحول پر اس کے اچھے اثرات ظاہر ہوں گے اور اگر آب و ہوا میں نظافت کے بجائے کثافت اور آلودگی کا عنصر زیادہ ہے تو اس کے برے اثرات مرتب ہوں گے۔ ماحولیاتی و موسمیاتی تبدیلی سے مراد وہ دیرپا اور مسلسل تبدیلیاں ہیں جو فطری اور انسانی عوامل کی بناء پر موسمیاتی نظام اور قدرتی ماحول میں رونما ہوتی ہیں۔ ان تبدیلیوں میں درجہ حرارت میں اضافہ، سمندر کی سطح کا بڑھنا، موسموں کی شدت میں اضافہ اور قدرتی و ناگہانی آفات کا بڑھنا شامل ہیں۔ موسمیاتی تبدیلی آب و ہوا کے قدرتی نظام کے بگاڑ کا نام ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ انسانی معمولات، استعمالات اور خواہشات میں بگاڑ ہے۔ اگر ہم ماحولیاتی و موسمیاتی تبدیلی کے اسباب کا جائزہ لیں تو درج ذیل وجوہات سامنے آتی ہیں:

i۔ ہر آئے روز آب و ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار کا بڑھنا

ii۔ نامیاتی ایندھن (کوئلہ، تیل، گیس وغیرہ) کا ضرورت سے بڑھ کر استعمال۔

iii۔ مغربی ممالک کا صنعتی انقلاب

iv۔ آلودگی (سموگ) v۔ گلوبل وارمنگ

vi۔ گرین ہاؤس ایفیکٹ vii۔ جنگلات کا خاتمہ

viii۔ قدرتی عوامل (زلزلہ، سیلاب وغیرہ)

پاکستان اپنی جغرافیائی حدود میں ایسی جگہ پر واقع ہے جہاں درجہ حرارت دیگر ممالک کی نسبت زیادہ بڑھ رہا ہے۔ پاکستان کی معیشت کا زیادہ تر انحصار زراعت پر ہے۔ موسمیاتی تبدیلیوں کے اثرات زراعت پر بھی بہت زیادہ ہو رہے ہیں۔ فصلوں کی پیداوار، غذائیت اور مویشیوں کی پیداواری صلاحیت میں بھی واضح کمی آ رہی ہے۔ ہم قدرتی وسائل پانی، خوراک لکڑی کا بے تحاشا اور بلا ضرورت استعمال کرتے ہیں اور ان کا بہت زیادہ ضیاع کرتے ہیں۔ ہم اپنی زمین کو پیداواری مقاصد کے بجائے غیر پیداواری مقاصد میں استعمال کر رہے ہیں۔

پاکستان دنیا میں اپنی آبادی کے لحاظ سے پانچواں بڑا ملک ہے۔ 25 کروڑ سے زائد نفوس کی حامل آبادی کی غذائی ضروریات کے لیے وسیع رقبے پر زراعت کی ضرورت ہے مگر یہ رقبہ بھی مسلسل اور بہت زیادہ ہاوسنگ سوسائٹیز کے جال در جال کی وجہ سے کم ہو رہا ہے اور موسمیاتی اور ماحولیاتی تبدیلیوں کا اثر اس کی زراعت پر بھی پڑ رہا ہے۔ پاکستان میں سموگ اور سیلاب کی تباہ کاریاں اسی ماحولیاتی و موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے آئی ہیں۔ جس نے لوگوں کو کافی حد تک متاثر کیا ہے۔ اس موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے املاک، جانوروں اور فصلوں کو بھی نقصان ہو رہا ہے اور اس کے سبب بھوک و افلاس اور بیماریاں بھی بڑھ رہی ہیں۔

ماحولیاتی تبدیلیوں کے تدارک کے لیے اقدامات

دنیا کو موسمیاتی اثرات اور ماحولیاتی تبدیلیوں سے بچانے کے لیے عالمی سطح پر کئی تنظیمیں سرگرم عمل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ دنیا کو ماحولیاتی تبدیلیوں سے بچانے کے لیے انسانی سرگرمیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی آلودگی نامیاتی ایندھن یعنی تیل، گیس اور کوئلے کا بڑے پیمانے پر استعمال روکنا ہوگا کیونکہ نامیاتی ایندھن بھی ماحولیاتی آلودگی کا ایک سبب بن رہا ہے۔ ترقی پذیر ممالک کا مؤقف یہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک نے چونکہ نامیاتی ایندھن کے بھرپور استعمال سے خوب فائدہ اٹھایا اور ان ہی کے سبب ماحولیاتی و موسمیاتی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، اس لیے اس دنیا کو ماحولیاتی تبدیلی سے بچانے کے لیے یہ اپنے فنڈز کا استعمال کریں۔ جبکہ ترقی یافتہ ممالک کا کہنا ہے کہ اس ضمن میں متاثرہ ممالک اپنا بوجھ خود اٹھائیں۔

ماحولیاتی و موسمیاتی تبدیلی پر قابو پانا دنیا بھر کے ممالک کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ اب اس مسئلے کا حل ساری دنیا کے لیے صرف یہی ہے کہ روایتی توانائی کے ذرائع کے برعکس متبادل توانائی کے ذرائع کا زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے تاکہ بڑی تیزی کے ساتھ بڑھتی ہوئی ماحولیاتی تبدیلی پر قابو پایا جائے۔ جس میں شمسی توانائی، پن بجلی کی توانائی اور دیگر ذرائع توانائی سرفہرست ہیں۔

اس سلسلے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر ملک توانائی کے متبادل ذرائع پر زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاری کرے۔ حکومتوں کو ماحولیاتی قوانین پر عملدرآمد کرانا ہوگا۔ زہریلی گیسز کا اخراج کم کرنا ہوگا، جنگلات کے کٹاؤ کو روکنا ہوگا اور بڑی تعداد میں درخت لگانے ہوں گے، گرین انرجی کی پیداوار کو بڑھانے کے لیے اقدامات کرنے ہوں گے اور نئے شہر بسانا ہوں گے۔ فصلوں کی باقیات کو جلانا، دھواں چھوڑتی گاڑیاں، ہر گلی محلے میں موجود اوپن ایئر پکوان سنٹر، نکاسی آب کا ناقص نظام اور پلاسٹک لفافے (شاپنگ بیگ) بھی ماحولیاتی آلودگی میں بے پناہ اضافہ کرتے ہیں۔ لہٰذا ان تمام امور سے بچنا ہوگا، ان کا نعم البدل تلاش کرنا ہوگا اور ان کا استعمال بھی محدود کرنا ہوگا۔ اسی طرح پانی ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتِ حیات ہے۔ اس کا غیر ضروری استعمال بند کرتے ہوئے اس کے بے تحاشا ضیاع کو ہر ممکن روکنا ہوگا۔ کوڑا کرکٹ کو صحیح طور پر ٹھکانے لگاتے ہوئے صفائی، ستھرائی کی طرف متوجہ ہونا ہوگا۔ یہ سارے اقدامات ہمارے معاشرے سے ماحولیاتی آلودگی اور موسمیاتی تبدیلی کو روکنے کا سبب بنیں گے۔ علاوہ ازیں ہمیں اپنی انفرادی زندگی کی خواہشات کو بھی محدود اور منضبط کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ساری نعمتوں کی قدر کرنا ہوگی اور ضرورت کے تحت ان چیزوں کا بہتر استعمال کرنا ہوگا۔

ماحول کی سازگاری کے لیے نبوی ہدایات

ہمیں ماحولیاتی آلودگی اور موسمیاتی تغیر سے پیدا ہونے والی تبدیلیوں اور نقصانات سے بچنے کے لیے مختلف اقدامات کرنے ہوں گے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اقوال و فرامین اس حوالے سے بھی ہمیں رہنمائی عطا کرتے ہیں۔ ذیل میں اس حوالے سے سیرتِ الرسول ﷺ کی روشنی میں چند نکات ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) شجر کاری

ماحولیاتی آلودگی سے بچنے، موسم کو صحت افزا اور ماحول کو سازگار بنانے کے لیے درختوں کی حفاظت کرنی ہوگی۔ جنگلات کے کٹاؤ کے عمل سے رکنا ہوگا اور عام زرعی زمینوں میں درختوں کی

پیداوار کو بڑھانا ہوگا اور بڑی تعداد میں ہر جگہ درختوں کو لگانا ہوگا۔ اس عمل سے ماحولیاتی صحت قائم ہوگی۔ درختوں کو بڑی تعداد میں لگانے کی ترغیب ہمیں احادیث رسول ﷺ سے ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مامن مسلم یغرس غرسا الا کان ما اکل منه له صدقة۔ (صحیح مسلم، کتاب المساقاة، ۱۵۵۲)

’’جو مسلمان درخت لگائے پھر اس میں سے کوئی کھائے تو درخت لگانے والے کو صدقے کا ثواب ملے گا۔‘‘

گویا درخت جہاں انسان کی دنیا کو نفع بخش بناتا ہے، وہاں اس کی آخرت کو بھی اجر و ثواب کا حامل بناتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ماحولیاتی آلودگی کو ختم کرنے اور صحتمند معاشرے کے قیام کے لیے درخت لگانے کو بے پناہ اہمیت دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ان قامت الساعة وبید احدکم فسیلة فاستطاع ان لا یقوم حتی یغرسها فلیفعل۔

(مسند احمد بن حنبل، ۳: ۱۹۱)

’’اگر قیامت کی ساعت و گھڑی آجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں پودا ہو اور وہ اس کو لگا سکتا ہے تو لگائے بغیر کھڑا نہ ہو۔‘‘

یہ حدیث مبارک اپنے ماحول کو ہر حوالے سے سازگار بنانے کے لیے ہمیں آمادہ کرتی ہے۔ ہمیں اپنی جدوجہد پر یقین رکھنا چاہیے اور اپنے عمل اور اپنی کاوش سے کبھی بھی دستبردار نہیں ہونا چاہیے۔

مسلسل جدوجہد ہی کامیابی کی علامت بنتی ہے۔ شجر کاری (plantation) کا ماحولیاتی اور موسمیاتی سازگاری میں بڑا ہی اہم کردار ہے۔ اس لیے حدیث مبارک میں تاکید کی جارہی ہے کہ تم اپنی کاوشوں کو کبھی ترک نہ کرو خواہ قیامت کا منظر ہی تمہارے سرپر سوار ہو۔

(۲) زمین کا نفع بخش اور پیداواری استعمال

موسمیاتی اور ماحولیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے مختلف ممالک غذائی قلت کا سامنا کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ زمین انسان کا مستقر اور ٹھکانہ ہے اور اس کی حیات کی کل متاع اسی زمین کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس زمین میں اس کے معاش کے ذرائع ہیں۔ ہر حکومت و ریاست کی ذمہ داری ہے وہ اپنے زیر کنٹرول زمین کو انسانیت کی بہتری اور خیر خواہی کے لیے استعمال کرے۔ اس زمین پر ایسی تمام سرگرمیوں پر پابندی عائد کرے جو اس زمین کی پیداواری صلاحیت کو متاثر کرتی اور اس کے ماحول کو مکدر کرتی ہیں۔ وہ عوامل جو اس زمین کے ذرائع پیداوار اور ذرائع معاش کو برباد کرتے ہیں، ان کا سختی سے سدباب کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ اس زمین پر تمام انسانوں کا برابر کا حق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ۔

”اور اس میں (جملہ مخلوق کے لیے) غذائیں (اور سامانِ معیشت) مقرر فرمائے (یہ سب کچھ اس نے) چار دنوں (یعنی چار ارتقائی زمانوں) میں مکمل کیا، (یہ سارارِزق اصلاً) تمام طلب گاروں (اور حاجت مندوں) کے لیے برابر ہے۔“ (حم السجدہ، ۴۱: ۱۰)

بعض لوگ زمین کے ذرائع اور وسائلِ رزق پر قابض ہو جاتے ہیں اور دوسرے لوگوں تک اس پیداوار اور رزق کو آسانی کے ساتھ نہیں پہنچنے دیتے۔ وہ معاشرے میں عدمِ مساوات پیدا کر کے قلتِ رزق کا سبب بنتے ہیں۔ اسلام رزق کی زیادت و کثرت کی نعمت پانے والوں کو اس رویے سے روکتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَاللهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَآدِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَآءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللهِ يَجْحَدُونَ۔ (النحل، ۱۶: ۷۱)

”اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق (کے درجات) میں فضیلت دی ہے (تاکہ وہ تمہیں حکمِ انفاق کے ذریعے آزمائے)، مگر جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنی دولت (کے کچھ حصہ کو بھی) اپنے زیر دست لوگوں پر نہیں لوٹاتے (یعنی خرچ نہیں کرتے) حالاں کہ وہ سب اس میں (بنیادی ضروریات کی حد تک) برابر ہیں، تو کیا وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔“

موسمیاتی اور ماحولیاتی تبدیلیاں زمین کی پیداوار میں بہت زیادہ قلت کا باعث بن رہی ہیں۔ کھڑی فصلیں سیلاب کی وجہ سے تباہ ہو رہی ہیں۔ پھلوں کے باغات اور سبزیوں کے کھلیان سیلابی ریلوں کی وجہ سے بہہ رہے ہیں۔ ان حالات میں زمین کی محدود پیداوار کو تمام لوگوں تک پہنچانا حکومتوں کا انتظامی سطح کا بہت بڑا امتحان ہے۔ موسمیاتی اور ماحولیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے لوگ بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم ہو رہے ہیں۔ تمام تر حالات میں لوگوں کو بنیادی ضروریات فراہم کرنا حکومتوں کی اولین ذمہ داری ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو زندہ رہنے کا حق دیا جائے اور اس کی زندگی کے تمام بنیادی لوازمات اسے فراہم کیے جائیں۔

انسان اس زمین میں اللہ کا نائب ہے اور بالخصوص وہ انسان جو حاکمِ وقت ہے، اس پر اس نیابت کی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں زیادہ سے زیادہ رزق پیدا کرنے کا اہتمام کرے اور مختلف اجناس، پھلوں اور سبزیوں کی کاشت کو بڑھائے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں مساوی بنیادوں پر ان کی فراہمی میں کسی قسم کا تفاوت نہ آنے دے اور سب انسانوں کا یکساں وکیل و کفیل بنے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من احیا ارضا میتۃ لہ بھا اجر وما اکلت منہ العافیۃ فلہ بہ اجر۔ (احمد بن حنبل فی المسند، ۳: ۳۱۳، رقم ۱۴۴۰۱)

”جو شخص کسی مردہ (غیر آباد) زمین کو زندہ (قابل کاشت) بناتا ہے، اس کے لیے اس کا اجر ہو گا، اور رزق کی تلاش میں سرگرداں مخلوقِ خدا میں سے کسی نے بھی اس میں سے کچھ کھایا تو اس پر بھی اسے اجر (عظیم) سے نوازا جائے گا۔“

ایک اور مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من کانت لہ ارض فلیزرعھا فان لم یزرعھا فلیزرعھا اخاہ۔

(صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب کراء الارض، الرقم ۱۵۳۶)

”جس کے پاس کوئی زمین ہے، اسے چاہیے کہ اس میں کھیتی باڑی کرے اور اگر وہ خود کھیتی باڑی نہ کر سکے تو اپنے کسی (مسلمان) بھائی کو دے دے۔“

(۳) بنیادی ضروریات کی فراہمی اور ماحول کی سازگاری

ماحولیاتی اور موسمیاتی تبدیلیاں جو انسانوں کی مختلف سرگرمیوں کی وجہ سے رونما ہو رہی ہیں، ان کا حل بھی ان کو مشترکہ کاوشوں اور اجتماعی قربانیوں کے ذریعے سے کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ اقدس ہمیں یہ بھی تعلیم دیتی ہے کہ تمام انسان بعض بنیادی چیزوں میں مساوی حق رکھتے ہیں

جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس لابن آدم حق فی سوی هذه الخصال بیت یسکنه وثوب یواری عورته وجلف الخبز والماء۔
(الترمذی، کتاب الزہد، باب الزہاد فی الدنیا، ۲۳۴۱)

”ہر انسان کے لیے ان اشیاء کے سوا کوئی حق نہیں ہے، رہنے کے لیے مکان، جسم ڈھانپنے کے لیے کپڑا، کھانے کے لیے روٹی اور پینے کے لیے پانی۔“

یہ بنیادی ضروریاتِ حیات ہیں، ان کی مسلسل فراہمی کے لیے ہر دور کی حکومت ہر کسی کے لیے باعزت جینے کا حق اور بنیادی ضروریات کی فراہمی یقینی بنائے۔

(۴) وسائل کے استعمال میں اعتدال و توازن

ماحولیاتی تبدیلیوں اور موسمیاتی تغیرات کے نقصانات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم قدرتی وسائل اور اللہ کی طرف سے ملنے والی نعمتوں کو اعتدال و توازن کے ساتھ استعمال کریں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ (الاعراف: ۳۱)

”اور کھاؤ اور پیو اور حد سے زیادہ خرچ نہ کرو کہ بے شک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔“

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جو وضو کرتے ہوئے (اچھے طریقے سے وضو کرنے کی کوشش میں) ضرورت سے زائد پانی بہا رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

ماهذا السرف فقال: افی الوضوء اسراف؟ قال: نعم وان کنت علی نهر جار۔ (ابن ماجه فی السنن، کتاب الطهارة وسننها، باب ماجاء فی القصد فی الوضوء وکراهیة التعدی فیه، ۱: ۱۴۷، رقم ۴۲۵)

”یہ کیسا اسراف ہے؟ انھوں نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، چاہے تم بہتے دریا کے کنارے ہی کیوں نہ بیٹھے ہو (تب بھی پانی احتیاط سے بقدرِ ضرورت استعمال کیا کرو۔)“

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

انه ﷺ نهی ان یبال فی الماء الراکد۔ (مسلم فی الصحیح، کتاب الطهارة، باب النهی عن البول فی الماء الراکد، ۱: ۲۳۵، رقم ۲۸۱)

"رسول اللہ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی (جھیل، تالاب اور جوہڑ وغیرہ) میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ گھر تشریف لائے تو روٹی کا ایک ٹکڑا گرا ہوا دیکھا، آپ ﷺ نے اسے اٹھالیا اور صاف کر کے تناول فرمالیا اور مجھ سے فرمایا:

یا عائشة اکرمی کریما فانها مانفرت عن قوم قط فعادت الیهم۔ (ابن ماجہ فی السنن، کتاب الاطعمة باب النهی عن القاء الطعام، ۲: ۱۱۱۲، رقم ۳۳۵۳)

"اے عائشہ! عزت و احترام کے قابل چیز (یعنی اللہ تعالیٰ کے رزق کی) قدر کیا کرو، اس لیے کہ یہ رزق جب کبھی کسی قوم سے الگ ہو گیا تو پھر ان کی طرف کبھی لوٹ کر نہیں آیا۔"

آپ ﷺ کے ان ارشادات مبارکہ سے ہمیں وسائل اور نعمتوں کی کثرت کے باوجود ان کے استعمال میں اعتدال اور توازن پیدا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

(۵) معاشرے میں صفائی کا اہتمام

ماحولیاتی و موسمیاتی تغیرات سے اپنے معاشرے کو بچانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اسلام کے اصولِ طہارت اور ضابطۂ نفاست کو اپنی زندگیوں میں ایک لازمی عادت کے طور پر اپنائیں۔ ہم جس بھی ماحول میں اپنی زندگی گزار رہے ہوں، لازم ہے کہ وہاں دور دور تک گندگی کا نام و نشان نہ ہو۔ ہمارے محلے، علاقے، گلیاں و بازار نظافت و طہارت کا نمونہ ہوں۔ ہمارا قرب و جوار ہمارے لیے قابلِ رشک ہو اور تعفن و غلاظت کے آثار و علامات نہ ہوں۔ صفائی کے محکمے بھی اپنی ذمہ داریاں پوری دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ ادا کریں اور عوام بھی ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوڑا کرکٹ ہر جگہ نہ پھینکیں۔ صفائی و طہارت کے اصول پر عملدرآمد ہی سے ہم ماحولیاتی آلودگی سے پاک معاشرے کو قائم کر سکتے ہیں۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔ (التوبة، ۹: ۱۰۸)

"اس میں ایسے لوگ ہیں جو (ظاہراً و باطناً) پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ طہارت شعار لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے طہارت و نظافت کو نصف ایمان قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الطهور نصف الایمان۔ (ترمذی، کتاب الدعوات، ۳۵۱۹)

"پاکیزگی نصف ایمان ہے۔"

وہ معاشرہ جس میں ہر طرف گندگی اور غلاظت کے ڈھیر ہوں، وہ معاشرہ اپنی موت آپ مر جاتا ہے۔اس معاشرے کو اس کی اپنی عاداتِ بد اور اپنی ہی غلاظت پسند خصلت مار دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے کو اس تباہی اور بربادی سے بچانے کے لیے اسلام نے سب سے زیادہ زور طہارت و نفاست پر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الله طيب يحب الطيب نظيف يحب النظافة كريم يحب الكرم جواد يحب الجود فنظفوا اراه قال افنيتكم ولا تشبهوا باليهود۔ (الترمذی فی السنن، کتاب الادب، باب ما جاء فی النظافۃ، ۵: ۱۱۱، رقم ۲۷۹۹)

’یقیناً اللہ تعالیٰ طیب و پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو ہی پسند فرماتا ہے۔ نظافت والا ہے، سو نظافت کو پسند فرماتا ہے۔ لطف و کرم والا ہے اور لطف و کرم کو پسند فرماتا ہے۔ سخی و جواد ہے اور سخاوت کو (بے حد) پسند فرماتا ہے۔ لہذا تم بھی اپنے گھروں کے صحنوں اور حویلیوں کو صاف ستھرا رکھا کرو اور یہود کی مشابہت نہ اختیار کرو۔“

حرفِ آخر!

ہمارے معاشرے کا یہ المیہ ہے کہ ہماری ماحولیاتی فضا آلودہ ہے، ہمارے اپنے اعمال کے باعث ہمارے ماحول کو تغیرات کا سامنا ہے اور وہ اقدار جو ہمارے معاشرے کی سب سے بڑی نظری اور عملی پہچان ہیں اور ایک مسلمان کی سب سے بڑی شناخت ہیں، یہ آثار ہماری زندگی میں بہت ہی کم نظر آتے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کی کوتاہیاں اور ہمارے اداروں کی نااہلیاں ہماری زندگی پر بوجھ بن رہی ہیں اور ہماری قومی شناخت کو ختم کر رہی ہیں۔ ہمارا انفرادی وجود اپنی کوتاہیوں کے باعث قومی وجود کو نیست و نابود کر رہا ہے۔ ہمیں آج اپنے معاشرے کو ہر ہر لحاظ سے ایک مثالی معاشرہ بنانا ہے۔ ہمیں اپنے ماحول کو سازگار بنانے کے حوالے سے اپنے انفرادی اور اجتماعی کردار کو موثر کرنا ہے۔اسی طرح حکومتی سطح پر بھی بڑے مؤثر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارا خطہ ہماری نسلوں کے لیے جنت نظیر ہو اور اقوامِ عالم کے لیے قابلِ رشک اور قابلِ مثال ہو۔اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پوری قوم کو یک جان اور یک قالب ہونا ہوگا اور اس تصور اور عمل کے ساتھ ہی ہم اپنے ہر قومی مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں کہ:

؎ افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

افکارِ قائد

مرکزیت سے دوری، دورِ زوال کا آغاز

ساحل کاشمیری

ابتدائے آفرینش سے ہی دنیا میں تہذیب و تاریخِ انسانی کے اوراق میں فطرت کا ایک اٹل اور مستحکم قانون نظر آئے گا کہ جب کسی قوم کی سیاسی عظمت و جاہ و جلال کا چراغ گل ہو جاتا ہے تو وہ سب کچھ کھو بیٹھتی ہے۔ انارکیت، لامرکزیت اور طوائف الملوکی کے اس نازک مقام پر بہت سی اقوام مِٹ جایا کرتی ہیں۔ مسلمانانِ ہند بھی لامرکزیت کا شکار تھے۔ کسی قوم کی تاریخ ترقی و تنزل کے اہم تغیرات سے خالی نہیں۔ قوموں کا بن کر بگڑنا اور بگڑ کر بننا حادثات کے ایسے تراشے ہیں جو تاریخ عالم کے قرطاس پر آئے روز دکھائی دیتے رہتے ہیں۔ کسی قوم میں جب انارکیت و لامرکزیت کا دور دورہ شروع ہوتا ہے تو اس کی جمعیت بکھر جانے کے بعد اس قوم کے افراد پر بڑی سے بڑی ذلت مسلط کرنے میں بھی اغیار کو کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ ایسی قوم تضحیک و استہزا کی خوگر ہو جاتی ہے۔

تاریخ کے اوراق کا جائزہ لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ قیام پاکستان سے قبل ارضِ ہند سے مسلمانوں کی تمدنی قوت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی قومی وحدت پارہ پارہ ہو چکی تھی۔ حالات اس نہج پر پہنچ چکے تھے کہ پنڈت جواہر لال نہرو ان خیالات کا اظہار کرنے لگا کہ ہندوستان میں صرف دو ہی سیاسی حقیقتیں ہیں۔ ہندو اور انگریز۔ مسلم قوم کا کوئی وجود ہی نہیں۔ یہ محض ایک ڈھکوسلا ہے جو چند خود غرض لوگوں نے پیدا کر رکھا ہے۔ اگر اخبارات مسلمانوں کی وجود کی تشہیر نہ کرتے تو آج بہت کم لوگ اس نام سے آشنا ہوتے۔ ایک خاص قسم کے پاجامے کی وضع قطع اور ٹونٹی دار لوٹے کے سوا مسلم تہذیب کی اور کوئی نمایاں علامتیں نہیں۔

1932ء تک مسلمان ملی تنزلی کا شکار ہو چکے تھے اور وہ ایک ایسا منتشر گروہ تھے جس کی بیسیوں جماعتیں تھیں۔ اس کے سامنے نہ کوئی نصب العین تھا اور نہ ہی وہ اپنی منزل کو پہچانتے تھے۔ وہ بنی اسرائیل کی بھیڑوں طرح ارض ہند میں سر گرداں پھر رہے تھے۔ ہندو اور انگریز مسلمانوں کو مٹانے کے درپے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی رضا ارضِ ہند میں رہنے والے ان دس کروڑ مسلمانوں کو زندہ رکھنا تھا۔ چنانچہ انھیں تباہی و بربادی سے بچانے کے لئے اس نے ایسے ذرائع پیدا کر دیے کہ جو کسی کے وہم وگمان واحاطہ خیال میں بھی نہ تھے۔ ان صبر آزما ساعتوں میں جب مسلمانوں کے بڑے بڑے علمائے کرام بھی مسلمانوں کے مستقبل سے مایوس ہو کر ہندوؤں اور انگریزوں کے ہمنوا بن چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک ایسا قائد عطا فرمایا جس کا وجود روشنی اور رہنمائی کا ایک بلند مینار ثابت ہوا۔ ملت اسلامیہ کی تقدیریں بدلنے والا یہ مرد مومن اور اسلامیان ہند کو پاکستان جیسی عظیم الشان مملکت بخشنے والا یہ رہبر فرزانہ محمد علی جناح تھا۔

بلاشبہ قائد اعظم محمد علی جناح کی صورت میں مسلمانانِ ہند کو ایک نابغہ روزگار قائد عطا کیا گیا۔ قائد اعظم محمد علی جناح دس کروڑ مسلمانوں کی دستگیری کیلئے مردانہ وار آگے بڑھے اور انہیں ایک پرچم تلے جمع کیا اور پھر پورے عزم و یقین کے ساتھ انہیں سمجھایا کہ ہم اقلیت نہیں۔ ہم ایک قوم ہیں اور زندہ جاوید قوم کی حیثیت سے اس براعظم میں زندہ رہیں گے۔ ہمارے پاس مکمل ضابطہ حیات ہے۔ ہمارے پاس ایک ایسی الہامی روشنی ہے جو زمان و مکاں کے قیود سے بے نیاز ہے اور جو ہر قدم پر ہماری رہنمائی کر سکتی ہے۔ مسلمان کے نزدیک قومیت کا نظریہ صرف اسلام ہے۔ ہماری سیاست اور مذہب دو الگ الگ ادارے نہیں۔ ہندو جس قومیت کی دعوت دے رہے ہیں وہ ایک ہلاکت آفرین فریب ہے۔ ہماری تہذیب الگ اور ہمارا تمدن جدا ہے۔

قائد اعظم کی شبانہ روز کی کاوشوں نے مسلمانوں کے اندر ایک ولولہ زندہ کر دیا۔ مسلمانوں کا یہ ملی عزم ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد لاہور کی شکل میں منصہ شہود پر آیا۔ جس نے دس کروڑ اسلامیان ہند کو آوارہ تصورات سے نکال کر ایک ایسا زندگی بخش تصور دیا جو ان کی آزادی و استقلال، تہذیب و تمدن کے ارتقاء اور اقتصادی و معاشرتی ترقیوں کے لئے ضروری تھا۔ دنیا کی کسی قوم کی تاریخ میں ایسی درخشندہ مثال نہیں ملتی کہ کسی رہنما نے مجبور و محکوم ہوتے ہوئے بے سرو سامانیوں کے درمیان ایک مردہ قوم میں زندگی کی لہر دوڑائی ہو اور دس برس کی قلیل مدت میں ملک کو صف اول کی قوموں کے دوش بدوش کھڑا کر دیا ہو۔ یقینا یہ ایک حیرت انگیز کامیابی ہے لیکن بہ ایں ہمہ یہ مرد مسلمان ان کامیابیوں کو تعلیمات اسلام کا ایک زندہ معجزہ سمجھتا ہے۔ وہ پورے یقین کی ساتھ کہتا ہے کہ

”اسلامیانِ ہند کے اس حیرت انگیز انقلاب پر دنیا حیران ہے۔ کچھ لوگ اسے میری کوششوں کا نتیجہ قرار دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانان ہند کا اس قدر جلد متحد ہو جانا خداوند کریم کے فضل و کرم کا نتیجہ اور قرآن مجید کی تعلیم اخوت کا زندہ معجزہ ہے۔ اگر ہمارے سامنے فرمان خداوندی نہ ہوتا کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں اور انہیں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہیئے تو مسلم لیگ یا کوئی بھی جماعت مسلمانان ہند کو اتنی آسانی سے متحد نہ کر سکتی تھی۔“

قائداعظم کے اہم افکار و نظریات

اسلامی تعلیمات پر غیر متزلزل یقین ہی کے سبب قائداعظم محمد علی جناح کو یہ عظیم کامیابی حاصل ہوئی۔ آیئے اس عظیم قائد کے افکار و خیالات سے استفادہ کرتے ہیں تاکہ ہم اپنے زوال کو کمال میں بدلنے کی کوئی حرارت پیدا کر سکیں۔

اسلام کا تصور حکومت و مملکت

”میرا یہ ایمان ہے کہ ہماری نجات اس میں مضمر ہے کہ ہم ان بیش بہا اصولوں کی پیروی کریں، جو ہمارے عظیم المرتبت قانون دہندہ، پیغمبرِ اسلام حضرت محمدؐ ﷺ نے ہمارے لیے واضح کر دیئے ہیں۔ آیئے، ہم اپنی مملکت کی اساس سُچے اسلامی تصوّرات اور اصولوں پر قائم کریں۔“

پاکستان کے قیام کا مقصد

”ہمارے لیے بس ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنی قوم کو منظّم کریں۔ یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب ہم طاقت وَر ہوں اور اپنی قوم کی مدد کریں۔ نہ صرف استقلال و آزادی کے لیے، بلکہ اس کو برقرار رکھنے اور اسلامی تصوّرات اور اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے بھی۔ پاکستان کا مقصد صرف آزادی و خود مختاری ہی نہیں، اسلامی نظریہ ہے، جو ایک بیش قیمت عطیے اور خزانے کی حیثیت میں ہم تک پہنچا ہے۔“

دستور پاکستان کا ماخذ

”میں ان لوگوں کو نہیں سمجھ سکا ہوں، جو جان بوجھ کر فتنہ پیدا کرنا چاہتے ہیں اور پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کے مطابق نہیں بنایا جائے گا۔ اسلامی اصول بے مثال ہیں، یہ اصول آج بھی زندگی میں اسی طرح قابلِ عمل ہیں، جس طرح 14 سو سال پہلے تھے۔“

سرمایہ داریت اور جاگیر داریت کا خاتمہ

''پاکستان میں عوام کی حکومت ہوگی۔ میں ان جاگیر داروں اور سرمایہ داروں کو متنبہ کرنا چاہوں گا جنہیں ایک فاسد اور ظالمانہ نظام نے اتنا بے حس اور خود غرض بنادیا ہے کہ کسی دلیل یا فہمائش کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ عوام کا استحصال ان کے خون میں سرایت کر چکا ہے اور وہ اسلام کی تعلیمات کو بُھلا بیٹھے ہیں۔ لالچ کے باعث یہ لوگ عوام کی بہتری کے بجائے اپنی تجوریاں بھرنے میں مصروف ہیں۔ ملک میں لاکھوں لوگ ایسے ہیں جن کو ایک وقت کی روٹی بھی مشکل سے ملتی ہے، کیا اسی کا نام تہذیب ہے؟ کیا پاکستان اسی لیے بنایا جارہا ہے کہ لاکھوں لوگوں کا استحصال جاری رہے؟ اگر یہی پاکستان کا تصور ہے تو مجھے ایسا پاکستان نہیں چاہیے۔''

(مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے خطاب، 24اپریل 1943ء)

اسلامی نظام معیشت کا نفاذ

''مغربی اقدار، نظریے اور طریقے خوش و خرم اور مطمئن قوم کی تشکیل کی منزل کے حصول میں ہماری مدد نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں اپنے مقدر کو سنوارنے کے لیے اپنے ہی انداز میں کام کرنا ہوگا اور دنیا کے سامنے ایک ایسا اقتصادی نظام پیش کرنا ہوگا جس کی اساس انسانی مساوات اور معاشرتی عدل کے سچے اسلامی تصور پر استوار ہو۔'' (اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی افتتاحی تقریب سے خطاب، یکم جولائی 1948)

پاکستان کا طرز حکومت

"آپ ہندوؤں اور سکھوں کو بتادیں کہ یہ بات سراسر غلط ہے کہ پاکستان کوئی مذہبی ریاست ہوگی اور اس میں غیر مسلموں کو کوئی اختیار نہیں ہوگا۔"

(۲نومبر 1941 کو علی گڑھ یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب)

اقلیتوں کی حیثیت

1947ء کو انتقالِ اقتدار کے موقع پر جب حکومت برطانیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے لارڈ ماونٹ بیٹن نے اپنی تقریر میں کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک ہوگا اور ویسے ہی اصول پیش نظر رکھے جائیں گے جن کی مثالیں اکبر اعظم کے دور میں ملتی ہیں"۔ تو اس پر قائداعظم نے برجستہ فرمایا:" وہ رواداری اور خیر سگالی جو شہنشاہ اکبر نے غیر مسلموں کے حق میں برتی، کوئی نئی بات نہیں۔ یہ تو مسلمانوں کی تیرہ صدی قبل کی روایت ہے۔ جب پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ یہودیوں اور عیسائیوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد ان کے ساتھ نہ صرف انصاف بلکہ فیاضی کا برتاو کرتے تھے۔ مسلمانوں کی ساری تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ہم پاکستانی حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ہی پاکستان کا نظام چلائیں گے"۔

خلاصہ کلام

آج اگر پاکستان کے حالات حاضرہ پر نظر دوڑائی جائے تو ہر شعبہ زندگی مین مایوسی اور بے چینی کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ سیاسی، مذہبی، معاشی، معاشرتی، تعلیمی اور تربیتی الغرض ہر لحاظ سے ہم زوال کا شکار ہیں۔ قائداعظم کے ان فرامین کی روشنی میں اگر ہم آج اپنے حالات حاضرہ کا بنظر عمیق جائزہ لیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح ہمارے اذہان میں عیاں ہوتی ہے کہ قائداعظم نے جس تصور پر پاکستان بنایا تھا آج اس کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ اس پاک سر زمین کو معاشرتی، اخلاقی، معاشی اور سماجی برائیوں سے آلودہ کر دیا گیا ہے۔ قائد کے افکار کا پاکستان منظرِ عالم سے سرکتا ہوا محسوس ہورہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بانی پاکستان کے مزکورہ افکار و نظریات کی روشنی میں ہر شعبہ زندگی میں انقلاب و تبدیلی پیدا کریں۔ اس صورت میں ہم پاکستان کو قائد کے کواب کی حقیقی تعبیر بنا سکتے ہیں اور اقوامِ عالم میں اپنا باعزت مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

منہاج یونیورسٹی لاہور کے زیرِ اہتمام 7 ویں عالمی بین المذاہب ہم آہنگی کانفرنس 2024ء

Politics and Violence in the name of Religion

رپورٹ: ابدال احمد میرزا

دنیا میں بڑھتی ہوئی عدمِ رواداری کے انسداد اور بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لئے تحریک منہاج القرآن اور اس کے مختلف شعبہ جات خصوصاً منہاج یونیورسٹی لاہور اور ڈائریکٹوریٹ آف انٹر فیتھ ریلیشنز منہاج القرآن انٹرنیشنل سال بھر مختلف پروگرامز اور کانفرنسز کا انعقاد گزشتہ کئی دہائیوں سے کر رہی ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی بین المذاہب رواداری و ہم آہنگی کانفرنس کا انعقاد بھی ہے۔ منہاج یونیورسٹی لاہور کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی اس کانفرنس میں نہ صرف ملکی بلکہ غیر ملکی دانشور، مذہبی شخصیات، مفکر اور اہلِ علم دنیا بھر کے مختلف معروف اداروں سے بطور خاص شرکت کرتے ہیں۔

حسب سابق رواں سال بھی 26 اور 27 اکتوبر 2024ء ساتویں عالمی بین المذاہب رواداری و ہم آہنگی کانفرنس منہاج یونیورسٹی لاہور میں ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی نگرانی میں منعقد ہوئی۔ جس میں ملک پاکستان سمیت دنیا بھر سے مختلف مذاہب کی چنیدہ شخصیات نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کی اجمالی رپورٹ نذرِ قارئین ہے:

کانفرنس کا پہلا دن

کانفرنس کے پہلے دن کا آغاز قرآن مجید، بائبل مقدس، بھگوت گیتا اور گرو گرنتھ صاحب کے مقدس کلام سے ہوا۔ ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد (وائس چانسلر منہاج یونیورسٹی، لاہور) نے استقبالیہ کلمات

پیش کیے۔ بعد ازاں کانفرنس کے چیف آرگنائزر ڈاکٹر ہرمن روبرگ (ہیڈ، سکول آف ریلیجین اینڈ فلاسفی، منہاج یونیورسٹی لاہور) نے تمام مہمانانِ گرامی کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کانفرنس کے انعقاد کا پس منظر اور ضرورت و اہمیت پر سیر حاصل گفتگو کی۔

☆ اس کانفرنس میں ڈاکٹر محمد وحید حسن (سابق صدر مالدیپ) نے خصوصی شرکت کی اور مذہب کے نام پر سیاست اور تشدد، قیامِ امن اور بین المذاہب افہام و تفہیم پر قابل قدر نقطۂ نظر پیش کیا۔

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا افتتاحی خطاب

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کانفرنس میں افتتاحی خطاب کرتے ہوئے تمام مذاہب کی مقدس نصوص کی درست تشریحات کی اہمیت پر زور دیا تاکہ مذہب کے بارے میں غلط فہمیوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ بعض اوقات تشدد یا انتہا پسندی کا پرچار کرنے کے لیے مذہبی متون کی آیات کی غلط تشریح کی جاتی ہے۔ مذہبی متن کے کچھ حصوں کی غلط تشریح کرتے ہوئے غیر منصفانہ طور پر پورے عقیدے کو تشدد یا انتہا پسندی سے منسوب کر دیا جاتا ہے اور معترضین اکثر وسیع تر سیاق و سباق پر غور کیے بغیر پورے مذہب کو موردِ الزام ٹھہرا دیتے ہیں۔

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے شدت پسند گروہوں کی طرف سے تشدد کو جواز فراہم کرنے کے لیے پیش کی جانے والی تشریحات کی بھی تردید کی کہ اسلام کی تاریخ میں نہ تو قرآن مجید کی کسی ایک آیت اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کی کسی حدیث سے ایسے دلائل کی توثیق ہوتی ہے۔ اگر کوئی تشریح اسلام کی پرامن تعلیمات سے متصادم نظر آتی ہے تو اس حوالے سے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس متن کے ایک ترجمہ پر اکتفا کرنے کے بجائے دیگر تراجم بھی تلاش کریں، کیونکہ ترجمہ کی غلطیاں پیغام کو مسخ کر سکتی ہیں۔ تمام بڑے مذاہب؛ عیسائیت، ہندومت، بدھ مت اور سکھ مت امن کی تعلیم دیتے ہیں اور تشدد کی حمایت نہیں کرتے۔ لہذا ضروری ہے کہ تشکیک کا شکار ہونے اور مذہب پر الزامات لگانے کے بجائے مذہبی تعلیمات کی قابلِ اعتماد تشریحات تلاش کریں، کیونکہ تمام مذاہب کی تعلیمات فطری طور پر بنیادی انسانی حقوق، محبت اور ہم آہنگی کو بیان کرتی ہیں۔

پینلز ڈسکشن

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی گفتگو کے بعد کانفرنس میں پینلز ڈسکشن کے سلسلہ کا آغاز ہوا۔ پہلے پینل کا موضوع Violence In The Name Of Religion (مذہب کے نام پر تشدد/بربریت) تھا۔ اس پینل میں نظامت کے فرائض ڈاکٹر سید معظم علی ہاشمی (فیکلٹی ممبر

قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد) نے سرانجام دیے۔اس پینل میں پروفیسر ڈاکٹر افسر راٹھور (ویانا، آسٹریا)، پروفیسر ترون جیت سنگھ بٹالیہ (کولمبس، امریکہ)، ڈاکٹر پیٹر حیدر (آسٹریا)، بھوپیندر رکمار بھانتے پریادرشی (سری لنکا)، محترمہ اسماء الزینی (قاہرہ، مصر) اور پروفیسر اشوک کمار کھتری (لاہور، پاکستان) نے اپنے اپنے خیالات و نظریات پیش کئے۔اس مکالمے کا مقصد مذہبی تشدد کی بنیادی وجوہات کو تلاش کرنا اور مختلف مذاہب و مسالک کے مابین افہام و تفہیم کو فروغ دینا تھا۔

☆ دوسری پینل ڈسکشن Difficult Verses In Holy Books & Their Interpretation (کتبِ مقدسہ میں موجود مشکل آیات اور ان کی تفسیر) کے عنوان سے منعقد ہوئی۔ اس پینل کی نظامت ڈاکٹر فلپ ڈنکن پیٹرز نے سنبھالی۔ڈاکٹر محمد فاروق رانا (لاہور، پاکستان)، Dr. Heinz Leder Leitner (آسٹریا)، Rev. Ivar Flaten (Norway)، ڈاکٹر کلیان سنگھ کلیان (لاہور، پاکستان) اور ڈاکٹر نعیم مشتاق (اسلام آباد، پاکستان) نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

اس پینل میں مقدس کتب کی مشکل آیات یا پھر ایسی آیات جن کے مفاہیم سمجھنے میں دقت محسوس ہوتی ہے، انہیں سمجھنے کے لئے ان کی تفاسیر سے متعلق گفتگو کی گئی۔اراکین نے مقدس آیات کے مفاہیم میں موجود پیچیدگیوں کا ذکر کیا اور ان کی مختلف تشریحات کرتے ہوئے معاشرے پر ان کے اثرات پر گفتگو کی۔

مقالہ جات سیشنز

بعد ازاں کانفرنس میں ریسرچ پیپرز سے متعلق تین سیشن ہوئے۔جن میں مختلف سکالرز نے اپنے تحقیقی مقالات پڑھے۔ان سیشنز کے کلیدی موضوعات درج ذیل تھے:

1. Interpretation & Mis-Interpretation Of Verses From Holy Books.
2. Politics & Violence as it relates to Religion in Pakistan
3. Countering Terrorism & Building Peace

ان سیشنز میں ناظمین کے فرائض پروفیسر ڈاکٹر شہباز منج (یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور)، ڈاکٹر حافظ عبدالغنی (فارمین کرسچن کالج، یونیورسٹی، لاہور)، پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا (ڈین، فیکلٹی اف اسلامک

سٹڈیز، منہاج یونیورسٹی لاہور) نے سرانجام دیے۔ ریسرچ پیپر پیش کرنے والوں میں ملکی و غیر ملکی اہلِ علم شخصیات شامل تھیں جنھوں نے عصرِ حاضر میں مذاہب کو درپیش مسائل کے حوالے سے گفتگو کی۔

کانفرنس کا دوسرا دن

کانفرنس کے دوسرے دن کا آغاز بھی تلاوتِ قرآن مجید اور دیگر مذاہب کے کلام سے ہوا۔ اس دن بھی پہلے دن کی طرح علمی و فکری درج ذیل سرگرمیاں ہوئیں:

مقالہ جات سیشنز

کانفرنس کے دوسرے دن ریسرچ پیپرز سے متعلق دو سیشنز ہوئے۔ جن میں مختلف احباب نے تحقیقی مقالات پڑھے۔ ان سیشنز کے کلیدی موضوعات درج ذیل تھے:

1.Examples of Violence In The Name Of Religion From Different Regions.

2.Historical, Philosophical & Psychological Perspectives

ان سیشنز میں ناظمین کے فرائض پروفیسر ڈاکٹر فوزیہ عبدالغنی (چیئر پرسن ڈیپارٹمنٹ آف پولیٹیکل سائنس، جی سی یونیورسٹی، لاہور)، ڈاکٹر عدیل عرفان (اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی آف سرگودھا) شامل تھے۔ ریسرچ پیپرز پیش کرنے والوں میں ملکی و غیر ملکی اہل علم شخصیات شامل تھیں جنھوں نے موضوع کی مناسبت سے سیر حاصل علمی گفتگو کی۔

پینلز ڈسکشن

ان سیشنز کے بعد پینل ڈسکشن کا سیشن منعقد ہوا۔ اس سلسلے میں The Exploitation Of Religion By Political Powers. (سیاسی طاقتوں کا استحصالِ مذہب) کے عنوان سے پہلی پینل ڈسکشن ہوئی۔ نظامت کے فرائض ڈاکٹر شانتی کمار ہیٹیارچی (پروفیسر، منہاج یونیورسٹی لاہور) نے سرانجام دیے۔ پینل میں پروفیسر ڈاکٹر روہن گنارتنا (سنگاپور)، پروفیسر ڈاکٹر محمد وحید حسن (سابقہ صدر، مالدیپ)، پروفیسر جے سنگبے (شیخوپورہ)، ڈاکٹر جے پرکاش کردم (انڈیا)، مسٹر مائیکل رامسڈن (امریکہ) شامل تھے۔

شرکاء نے مختلف نقطہ نظر اور خیالات و نظریات پیش کئے۔ اس مکالمے میں سیاسی طاقتوں کے ذریعہ مذہب کے استحصال پر گفتگو کی گئی۔ ماہرین نے اس بات کا جائزہ لیا کہ کس طرح سیاسی ادارے طاقت اور کنٹرول حاصل کرنے کے لیے مذہبی جذبات کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس مکالمے کا مقصد اس دھوکہ دہی کے مضمرات سے پردہ اٹھانا اور اخلاقی حکمرانی کے لیے حکمت عملیوں کو فروغ دینا تھا۔

☆ دوسرے پینل کا موضوع The Influence of History, Culture & Tradition On Religion In Pakistan. (پاکستان میں مذہب پر تاریخ، ثقافت اور روایات کا اثر) تھا۔ اس ڈسکشن کی نظامت کے فرائض ڈاکٹر راجہ عدنان رزاق (ایسوسی ایٹ پروفیسر، منہاج یونیورسٹی لاہور) نے سرانجام دیے۔ پینل میں بشپ سیموئیل رابرٹ آزریاہ (راولپنڈی)، بریگیڈیئر اختر نواز جنجوعہ (لاہور)، ڈاکٹر علی وقار قادری (لاہور)، ڈاکٹر امیت رائے جین (انڈیا)، پروفیسر ڈاکٹر اختر سندھو (لاہور) اور ڈاکٹر محمد حمید (لاہور) شامل تھے۔

اس پینل ڈسکشن میں پاکستان میں مذہب پر تاریخ، ثقافت اور روایت کے اثرات کا جائزہ لیا گیا۔ اس ڈسکشن میں یہ بات زیرِ بحث آئی کہ یہ عناصر مذہبی عقائد اور طریقوں کو کس طرح تشکیل دیتے ہیں؟

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا خطاب

منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے 7ویں بین الاقوامی کانفرنس برائے عالمی مذاہب (2024ء) میں "The Model of Inclusiveness in the Light of the Constitution of Medina." (مدینہ کے آئین کی روشنی میں جامعیت) کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اپنے خطاب

میں ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے مدینہ کے آئین کے بارے میں تفصیل سے بتایا، جو تقریباً 1,400 سال قبل رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے کثیر الثقافتی معاشرے میں ہجرت کے بعد قائم کیا تھا۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اس پہلے تحریری آئین کی منفرد خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ یہ آئین 63 آرٹیکلز پر مشتمل ہے اس میں تکثیریت، مساوات اور جامعیت پر مبنی طرز حکمرانی کے ایک نئے دور کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس آئین نے ہر قبیلے کی الگ شناخت کو محفوظ رکھا، اقتدار کی منتقلی کے اصول کو فروغ دیا اور مدینہ کے متنوع شہریوں کے درمیان باہمی احترام اور تعاون پر زور دیا۔ مدینہ کا آئین اپنے پائیدار اصولوں کی وجہ سے عالمی سطح پر اہمیت کا حامل ہے، جو سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے ایک رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس آئین نے انصاف، مذہبی عقائد کے تحفظ اور اخلاقیات اور اقدار کے تحفظ کو اجاگر کیا ہے۔ اس دستاویز نے قبائل کو داخلی معاملات پر خود مختاری کی اجازت دی، احترام اور اعتبار کو فروغ دیا اور کسی بھی ایسے اقدام کی سختی سے مخالفت کی جس سے اختلاف اور تفرقہ پیدا ہو۔ اس تاریخی آئین نے پارلیمانی اور مشاورتی فیصلہ سازی کو بھی متعارف کرایا۔ دستور مدینہ کا یہ ماڈل پیغمبر اسلام کی طرف سے فراہم کردہ مساوات، رواداری اور جامعیت کا ایک نمونہ ہے۔ اگر ہم اس ماڈل کو صحیح معنوں میں سمجھیں اور لاگو کریں تو متنوع پس منظر، نسلوں، رنگوں اور مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ اس دنیا میں ہم آہنگی کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔

گورنر خیبر پختون خوا فیصل کریم کنڈی کا اظہارِ خیال

کانفرنس میں خیبر پختونخوا کے گورنر فیصل کریم کنڈی نے خصوصی شرکت کی۔ انھوں نے اپنے خطاب میں منہاج یونیورسٹی کے فروغِ تعلیم اور بین المذاہب ہم آہنگی کے جذبے کو سراہا۔ انہوں نے مستقبل کی نسلوں کو بااختیار بنانے، معاشرے میں اتحاد اور افہام و تفہیم کو فروغ دینے کے لیے منہاج یونیورسٹی کے کردار کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ دنیا امن واستحکام اور فلاح عامہ کے لئے دہشت گردی کے خلاف طویل ترین جنگ لڑنے والے پاکستان اور اُس کے عوام کا ساتھ دے۔ اسلام دہشت گردی نہیں بلکہ امن کا دین ہے۔ منہاج یونیورسٹی لاہور نے اہم موضوع پر بین المذاہب مکالمہ کا اہتمام کر کے قابل تعریف قومی، دینی و ملی خدمت انجام دی ہے۔ میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فروغِ علم وامن کی خدمات کا ہمیشہ سے معترف رہا ہوں۔ منہاج یونیورسٹی کا فروغِ علم وامن کے لئے کردار قابل تقلید ہے۔

☆ تقریب کے اختتام پر گورنر خیبر پختونخوا فیصل کریم کنڈی نے منہاج یونیورسٹی کی طرف سے Global Rehabilitation and Community Engagement Repository کا اجراء کیا جو فروغ امن کے حوالے سے دنیا بھر میں ہونے والی تحقیقات کا آرکائیو ہوگا جس سے پالیسی ساز ادارے استفادہ کر سکیں گے۔

کانفرنس میں شریک غیر ملکی سکالرز

کانفرنس میں امریکہ، سنگاپور، آسٹریلیا، ہندوستان، ناروے، آسٹریا، مصر، سری لنکا، یورپ اور برطانیہ سے سکالرز اور منہاج یونیورسٹی اور دیگر جامعات کے اساتذہ و طلبہ نے خصوصی شرکت کی۔
غیر ملکی دانشوروں میں پروفیسر ڈاکٹر محمد وحید حسن (سابقہ صدر مالدیپ)، پروفیسر ڈاکٹر افسر راٹھور (ویانا آسٹریا)، پروفیسر ڈاکٹر ترون جیت سنگھ بٹالیہ (ایسوسی ایٹ پروفیسر، اوہیو سٹیٹ یونیورسٹی، کولمبس، امریکہ)، ڈاکٹر پیٹر حیدر (صدر یونیورسل پیس فیڈریشن، آسٹریا)، بھوپیندر کمار بھانتے پریادرشی (وزٹنگ لیکچرر یونیورسٹی آف کیلانیا، سری لنکا)، محترمہ اسماء الزینی (لیکچرر جامعۃ الازہر، قاہرہ مصر)، فلپ ڈنکن پیٹر (یونیورسٹی آف ایڈن برگ، انگلینڈ)، Dr. Heinz Leder Leitner (بشپ، قدیم کیتھولک چرچ، آسٹریا)، ڈاکٹر جے پرکاش کردم (سابقہ ڈائریکٹر سینٹرل ہندی ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، انڈیا)، Rev. Ivar Flaten(Former Dialogue Officer,Norway)، پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ سعید (ڈائریکٹر آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف میلبورن، آسٹریلیا)، ڈاکٹر آری ایم گورڈن (ڈائریکٹر مسلم جیوش ریلیشنز، امریکہ)، مسٹر مائیکل رامسڈن (محقق، اٹلانٹا امریکہ)، ڈاکٹر بھولے ناتھ یوگی (پرنسپل ودیاپیٹھ سکول ڈانگ، نیپال)، پروفیسر ڈاکٹر انُو مہرا (پروفیسر یونیورسٹی آف دہلی، انڈیا)، پروفیسر ڈاکٹر روہن گنارتنا (سنگاپور)، ڈاکٹر تھامس جی. والاش (صدر انٹرنیشنل سکول فار پیس اینڈ پبلک لیڈرشپ نیویارک امریکہ)، ڈاکٹر امیت رائے جین (ڈائریکٹر شہجادرائے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، انڈیا) جیسی شخصیات شامل تھیں۔

Ph.D کا اعزاز حاصل کرنے والے
منہاجینز کو مبارکباد

☆ گذشتہ ماہ حافظ ڈاکٹر ظہیر احمد الاسنادی (سیشن 2003ء) نے یونی ورسٹی آف لاہور سے ’’اُصولِ شرح حدیث اور برصغیر کی منتخب شروحاتِ حدیث (تحقیقی و تقابلی مطالعہ)‘‘ کے موضوع پر اپنی Ph.D مکمل کی۔ آپ گزشتہ 20 سال سے فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں بطور سینئر ریسرچ سکالر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

☆ ڈاکٹر چوہدری محمد منیر حسین (سیشن 2010ء) نے منہاج یونیورسٹی لاہور سے ’’پاکستان حلال فوڈ انڈسٹری کا عالمی معیارات شرعیہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ، پاکستان، ملائیشیا اور او آئی سی کے حلال فوڈ معیارات‘‘ کے موضوع پر Ph.D کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ منہاج یونیورسٹی میں گذشتہ چند سالوں سے تدریسی اور انتظامی ذمہ داریاں سرانجام دے رہے ہیں۔

☆ ڈاکٹر محمد شاہد نواز بھنڈارا (سیشن 1999ء) نے ’’پنجاب میں ماقبل اسکول تعلیم کا اسلامی تناظر میں تنقیدی جائزہ‘‘ کے عنوان پر یونیورسٹی آف لاہور سے پی ایچ ڈی کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ اس وقت بطور ایجوکیشن آفیسر گورنمنٹ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن اتھارٹی بہاولنگر میں ذمہ داریاں سرانجام دے رہے ہیں۔

☆ ڈاکٹر صدام حسین حسنی (سیشن 2017ء) نے یونیورسٹی آف بلوچستان کوئٹہ سے ’’ فتاویٰ شامی میں عرف وعادت پر مبنی مسائل کا عصرِ حاضر کے تناظر میں تحقیقی جائزہ‘‘ کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ آپ اسی یونیورسٹی میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، چیئرمین سپریم کونسل MQI ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، جملہ مرکزی قائدین تحریک اور اساتذہ کرام کالج آف شریعہ کی طرف سے ان جملہ منہاجیز کو اس اعلیٰ تعلیمی اعزاز پر مبارکباد دی گئی اور مسرت وافتخار کا اظہار فرماتے ہوئے دعاؤں سے نوازا گیا۔

ہم ان منہاجینز کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں
اور ان کی مزید علمی ترقی اور توفیقات میں اضافہ کے لیے
اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہیں۔

موضوعاتی اشاریہ ماہنامہ منہاج القرآن سال 2024ء

ا۔ ایمانیات / عقائد

ضرورتِ مذہب اور وجودِ باری تعالیٰ (i)	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	جنوری 2024ء
قربِ الٰہی کی علامات اور محرومی کے اسباب	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	مارچ 2024ء
ضرورتِ مذہب اور وجودِ باری تعالیٰ (ii)	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	مارچ 2024ء
عقائدِ صحیحہ اور باطلہ میں امتیاز (i)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	اپریل 2024ء
دہریت اور لامذہبیت (اعتراضات کا علمی محاکمہ) (iii)	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	اپریل 2024ء
خدا کو کیوں مانیں؟ شیخ الاسلام کے فکر انگیز خطابات	نوراللہ صدیقی	مئی 2024ء
عقائدِ صحیحہ اور باطلہ میں امتیاز (ii)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	مئی 2024ء
حسد و عناد حق کے انکار کا سبب بنتا ہے (iii)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	جون 2024ء
راہِ محبت و شوق میں تعلق باللہ کے مختلف راستے	شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری	جون 2024ء
سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں الحاد کا تدارک	ڈاکٹر طاہر حمید تنولی	ستمبر 2024ء
محبت و عشقِ الٰہی کی علامات اور کیفیات	شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری	نومبر 2024ء

۲۔ عبادات

نماز اور صحت	ایس ایم نور	جنوری 2024ء
روزہ اور اس کے احکام	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	مارچ 2024ء
رمضان المبارک: فضیلت، مقاصد، تحائفِ خداوندی	مفتی شبیر احمد	مارچ 2024ء
لیلۃ القدر، صدقہ فطر، عید الفطر کے مسائل	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	اپریل 2024ء
حج: وحدتِ امت کا ذریعہ	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	جون 2024ء
قربانی کا فلسفہ و حکمت اور احکام و مسائل	ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی	جون 2024ء

۳۔ عظمت و مقامِ مصطفیٰ ﷺ / سیرت النبی ﷺ / حجیتِ حدیث و سنت

”دستورِ مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور“	نوراللہ صدیقی	جنوری 2024ء
حضور نبی اکرم ﷺ کی جسمانی و روحانی معراج	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	جنوری 2024ء
حجیتِ حدیث کا انکار قرآنِ مجید کا انکار (iv)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	جولائی 2024ء

حجیتِ حدیث وسنت (قرآنِ مجید کی روشنی میں) (v)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	اگست 2024ء
تعظیم و تکریم رسول ﷺ شرطِ ایمان	نور اللہ صدیقی	ستمبر 2024ء
ذاتِ مصطفی ﷺ احسانِ خدا (vi)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	ستمبر 2024ء
حبِ رسول ﷺ کی ضرورت اور عملی تقاضے	ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ	ستمبر 2024ء
رسول اللہ ﷺ کے لقب اُمی کے حقائق و معارف	ڈاکٹر مسعود احمد مجاہد	ستمبر 2024ء
شانِ رفعتِ مصطفی ﷺ	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	ستمبر 2024ء
حجیت حدیث وسنت کا انکار۔ دین کے چار حصوں کا انکار ہے (vii)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	اکتوبر 2024ء
حبِ رسول ﷺ کی ضرورت اور عملی تقاضے	ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ	اکتوبر 2024ء
حجیتِ حدیث وسنت کا اقرار۔ عقیدۂ رسالت کا اقرار ہے (viii)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	نومبر 2024ء
حجیتِ حدیث وسنت کا اقرار ایمان جبکہ انکار کفر ہے (ix)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	دسمبر 2024ء

۴۔ خلفاء راشدین / صحابہ کرام / اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم / شہادت امام حسین علیہ السلام

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی معاشرتی زندگی	ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی	جولائی 2024ء
شانِ اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	جولائی 2024ء
”حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری“	حافظ ظفر اللہ شفیق	جولائی 2024ء
صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیت اطہارؑ: امت کیلئے راہِ نجات	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	جولائی 2024ء
سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ خلافت اور ہمارے سیاسی و معاشرتی احوال	ڈاکٹر علی محمد الصلابی	دسمبر 2024ء

۵۔ روحانیات / اخلاقیات / تعلیم و تربیت

تربیتِ اولاد: اسوۂ مصطفی ﷺ کی روشنی میں	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	جنوری 2024ء
عصرِ حاضر کے اخلاقی انحطاط کے اسباب	ڈاکٹر شفاقت علی شیخ	جنوری 2024ء
اسلامی مقصدِ حیات	علامہ ارشد علی جیلانی	جنوری 2024ء
فاقہ اور کم خوری: اہمیت، فضیلت اور ضرورت		جنوری 2024ء
اخلاقی انحطاط کا تدارک: ذکرِ الٰہی اور صحبتِ صالحہ کا کردار	ڈاکٹر شفاقت علی شیخ	مارچ 2024ء
اخلاقی انحطاط کے تدارک میں ایمان کا کردار	ڈاکٹر شفاقت علی شیخ	اپریل 2024ء
اقوام کے عروج و زوال میں اخلاقیات کا کردار	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	اپریل 2024ء
علم؛ تسخیرِ ذات، اصلاحِ اعمال اور تسخیرِ کائنات کا ذریعہ	ڈاکٹر شفاقت علی شیخ	مئی 2024ء

احوالِ قلب اور نفس و روح کے مابین جنگ	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	جون 2024ء
تصورِ فنا و بقا اور حیاتِ انسانی (i)	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	جون 2024ء
تصورِ فنا و بقا اور حیاتِ انسانی (ii)	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	جولائی 2024ء
روحانی پاکیزگی ایمان کی شرطِ اول	عبدالستار منہاجین	جولائی 2024ء
اسلام کی نشأۃ ثانیہ علم سے ممکن ہے	نوراللہ صدیقی	اگست 2024ء
تشکیلِ معاشرہ کا ضابطہ اخلاق	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	اگست 2024ء
شریعت سے طریقت تک کا سفر	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	اکتوبر 2024ء
اصلاحِ قلوب کیونکر ممکن ہے؟	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	دسمبر 2024ء

۶۔ الفقہ / فقہی سوالات

پینٹ شرٹ میں امامت؟، بیوی کی تادیب جسمانی؟	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	جنوری 2024ء
گناہ گار سے تعلق کی نوعیت	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	مئی 2024ء
اسلامی لباس؟، ماہانہ یا سالانہ بنیاد پر منافع؟ دوران، ڈیوٹی اوقات کار کی پابندی؟	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	جولائی 2024ء
شرعی دلیل کیا ہے؟ شرائطِ حرام؟	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	اگست 2024ء
فقہ و اصول کی تدوین کی ضرورت و اہمیت (i)	مفتی ارشاد احمد ساحل	اگست 2024ء
بینک سے ضمانت پر قرض؟، غریب سادات کو زکوٰۃ؟، عدالتی نکاح؟	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	ستمبر 2024ء
فقہ و اصول کی تدوین کی ضرورت و اہمیت (ii)	مفتی ارشاد احمد ساحل	ستمبر 2024ء
ہنسی مذاق اور شرارت میں دی گئی تکلیف کا حکم؟، ثقافتی حملہ؟، آیاتِ قرآنیہ کی بطور تشبیہ تلاوت؟، کوئی چیز دے کر واپس لینا؟	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	اکتوبر 2024ء
دوزخیوں کی سزا؟ نماز میں یکسوئی کا حصول؟	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	نومبر 2024ء
تقلیدِ فقہی: حقیقت، نوعیت اور ضرورت	مولانا یٰسین اختر مصباحی	نومبر 2024ء
نظامِ جمہوریت؟، ایمان کی تاثیر سے محرومی؟، محض کلمہ گو کی نجات؟	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	دسمبر 2024ء

۷۔ معیشت و معاشرت

اتحاد و یکجہتی کی ناگزیریت اور ذرائع ابلاغ کا کردار	نوراللہ صدیقی	اپریل 2024ء
دنیاوی مصائب و مشکلات کے اسباب اور حل	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	اپریل 2024ء
عدل و انصاف کی ناگزیریت اور قرآنی احکامات	نوراللہ صدیقی	جون 2024ء

اسلام اور اقامتِ عدل و انصاف	ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ	جون 2024ء
اصلاحِ احوال، اصلاحِ معاشرہ اور جدید ذرائع ابلاغ	نور اللہ صدیقی	جولائی 2024ء
اجتماعی مقصدِ حیات، مصطفوی معاشرے کا قیام	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	نومبر 2024ء
عائلی زندگی اور ایتائے حقوق	محمد یوسف منہاجین	نومبر 2024ء
سوشل میڈیا پر اخلاقیات کی پامالی اور اس کا سدِّباب	محمد اقبال چشتی	نومبر 2024ء
اسلام میں محبت اور عدمِ تشدد	نور اللہ صدیقی	دسمبر 2024ء
ماحولیاتی و موسمیاتی تغیرات کے اسباب و اثرات	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	دسمبر 2024ء

۸۔ پاکستانیات

23 مارچ کا پیغام	نور اللہ صدیقی	مارچ 2024ء
تحریکِ پاکستان میں علماء و مشائخ کا کردار	حافظ ظہیر احمد	مارچ 2024ء
نالج بیسڈ اکانومی اور پاکستان کی ترقی	پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	اگست 2024ء
پاکستان کا معاشی بحران اور ٹیکس سسٹم	ڈاکٹر علی اکبر الازہری	اگست 2024ء
استحکامِ پاکستان کے تقاضے	محمد علی قادری	اگست 2024ء
آئین کی قرآن و سنت کی روشنی میں اہمیت	نور اللہ صدیقی	اکتوبر 2024ء
پاکستان کے اہم ترین مسائل اور اُن کا قابلِ عمل حل (i)	پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	دسمبر 2024ء

۹۔ شخصیات

حضرتِ فریدِ ملتؒ: ایک عہد ساز شخصیت	محمد فاروق رانا	اپریل 2024ء
انتقالِ پُر ملال: علامہ غلام ربانی تیمورؒ		جون 2024ء
تصوف اور تعلیماتِ حضور سیدنا غوث الاعظمؓ	پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	اکتوبر 2024ء
حکیم الامت؛ پیکرِ عشق و یقین	نور اللہ صدیقی	نومبر 2024ء
انتقالِ پُر ملال: نازیہ عبد الستار (ڈپٹی ایڈیٹر دختران اسلام)		دسمبر 2024ء
افکارِ قائد: مرکزیت سے دوری، دورِ زوال کا آغاز	ساحل کاشمیری	دسمبر 2024ء

۱۰۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری (شخصیت و خدمات)

شیخ الاسلام: ایک ہمہ جہت شخصیت	نور اللہ صدیقی	فروری 2024ء
جمالِ مصطفی ﷺ کے تعارف کا عظیم مشن	ڈاکٹر علی اکبر الازہری	فروری 2024ء

درپیش چیلنجز کے تناظر میں شیخ الاسلام کی خدمات	ڈاکٹر طاہر حمید تنولی	فروری2024ء
اسلام کے تشخص کا تحفظ اور شیخ الاسلام	شیخ عبد العزیز دباغ	فروری2024ء
یورپ میں نوجوانوں کی تربیت میں شیخ الاسلام کا کردار	محمد اقبال فانی	فروری2024ء
نابغۂ عصر: دلیلِ فرداوامروز	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	فروری2024ء
نظام المدارس پاکستان: شیخ الاسلام کی ایک تجدیدی خدمت	عین الحق بغدادی	فروری2024ء
خدمتِ قرآن اور شیخ الاسلام		اپریل2024ء

۱۱۔ تحریک منہاج القرآن / PAT / مرکزی فورمز

تحریکِ منہاج القرآن کے قیام کا مقصد	محمد منہاج الدین قادری	فروری2024ء
تحریک منہاج القرآن کا44واں یوم تاسیس: شیخ الاسلام کی خصوصی گفتگو		اکتوبر2024ء

۱۲۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن

سانحۂ ماڈل ٹاؤن کے 10 برس: متاثرین انصاف سے محروم	نعیم الدین چودھری	جون2024ء

۱۳۔ پروگرامز: شیخ الاسلام / ڈاکٹر حسن محی الدین قادری / ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

The Manifest Quran تقریب رونمائی	رپورٹ	مارچ2024ء
”دستورِ مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور“ تقریب رونمائی	رپورٹ	مارچ2024ء
ڈاکٹر حسین محی الدین کیلئے عالمی سفیرِ امن ایوارڈ	رپورٹ	مارچ2024ء
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا دورۂ سندھ	رپورٹ: مظہر محمود علوی	اپریل2024ء
الہدایہ 2024ء (آسٹریلیا)	خصوصی رپورٹ	اگست2024ء
شیخ الاسلام کا دورۂ آسٹریلیا و ایشین ممالک	خصوصی رپورٹ	ستمبر2024ء
شیخ الاسلام کا دورۂ ساؤتھ کوریا اور جاپان	رپورٹ	اکتوبر2024ء
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا دورۂ کراچی اور خیبر پختونخوا	خصوصی رپورٹ	نومبر2024ء

۱۴۔ تحریکی سرگرمیاں (مرکزی اور اندرون و بیرون ملک)

قائد ڈے تقریبات	رپورٹ	مارچ2024ء
شہر اعتکاف 2024ء	رپورٹ	مئی2024ء
عرس مبارک: حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ	رپورٹ: سعید اختر منہاجین	جون2024ء
MQI کے زیرِ اہتمام 41ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس	رپورٹ: محمد یوسف منہاجین	اکتوبر2024ء
بین المذاہب ہم آہنگی کانفرنس (منہاج یونیورسٹی)	رپورٹ: ابدال احمد میرزا	دسمبر2024ء

۱۵۔ تعارفِ کتب

"فلسفۂ قل اور شانِ مصطفی ﷺ" (تعارفِ کتاب)	نور اللہ صدیقی	جنوری 2024ء
الموسوعۃ القادریۃ فی علوم الحدیثیۃ: ایک تعارف	ڈاکٹر محمد زُہیر احمد صدیقی	فروری 2024ء
2023ء: شیخ الاسلام کی علمی، فکری اور تحقیقی خدمات	محمد فاروق رانا	فروری 2024ء
الروض الباسم من خلق النبی الخاتم ﷺ: اجمالی خاکہ	محمد اجمل علی مجددی	فروری 2024ء
عالمی روحانی اجتماع کے موقع پر آنے والی نئی کتب کا تعارف	محمد فاروق رانا	مئی 2024ء
اصلاحِ احوال کا راہ نما نصاب	نور اللہ صدیقی	جولائی 2024ء

قائد ڈے نمبر فروری 2025ء

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 74 ویں سالگرہ کے موقع پر حسبِ روایت امسال بھی ماہنامہ منہاج القرآن قائد ڈے نمبر شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہے۔

یہ شمارہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی و فکری اور تجدیدی و اصلاحی ہمہ جہتی خدمات پر مشتمل ہو گا۔ علاوہ ازیں اس شمارے میں قومی و بین الاقوامی سطح پر امن و محبت کی ترویج اور بیداریٔ شعور کے لیے کی جانے والی آپ کی خدماتِ جلیلہ کو خراجِ تحسین پیش کیا جائے گا۔

اس سلسلے میں آپ بھی ماہنامہ منہاج القرآن کو اپنی خصوصی معیاری تحریریں بھجوا سکتے ہیں۔

قائد ڈے کے موقع پر **مبارکبادی پیغامات** کی صورت میں اشتہارات کی بکنگ بھی جاری ہے۔

آپ اپنی تحریر، مضامین اور اشتہارات سے متعلقہ اشاعتی مواد مورخہ یکم جنوری 2025ء تک ماہنامہ منہاج القرآن 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور ارسال کر سکتے ہیں۔

فون: 042-111-140-140 Ext-128، mqmujallah@gmail.com

منہاج یونیورسٹی لاہور کے زیر اہتمام 7ویں مذاہب عالم کانفرنس 2024ء

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
DEC-2024
LAHORE
Regd CPL No.41